

# ندائے خلافت

www.tanzeem.org

28 مئی تا 3 جون 2013ء 17/ تا 23 رجب المرجب 1434ھ



اس شمارے میں

پاکستان کے دو بڑے مسئلے

ضبطِ نفس کا اسلامی تصور

ایمان اور انفاق

جذبہ کامل درکار ہے!

نئی حکومت کو درپیش مسائل

دو بڑے جھوٹ اور امت مسلمہ

قطب الدین ایبک اور خاندانِ غلاماں

ابو! یہ بابا جی کون تھے؟

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

## اسلام:

### بندوں کی بندگی سے آزادی کا اعلان

”اسلام کے پیش نظر یہ بات کبھی نہ رہی کہ وہ لوگوں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور کرے — البتہ اسلام صرف ”عقیدہ“ ہی نہیں ہے، بندوں کی بندگی سے انسان کی آزادی کا اعلان ہے۔ وہ اوّل روز سے ہی ایسے نظاموں اور ایسی حکومتوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتا ہے جن کی بنیاد ہے، انسان پر انسان کی حاکمیت اور انسان کے لیے انسان کی عبودیت — پھر وہ افراد پر سے سیاسی دباؤ اٹھالینے اور تفہیم و تبلیغ سے عقل و روح میں روشنی پہنچا دینے کے بعد انہیں عملاً آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی مرضی سے جو عقیدہ چاہیں اختیار کریں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ خواہشاتِ نفس کو اپنالے بنا لیں یا خود اپنی پسند سے بندوں کی بندگی اختیار کر لیں! یا اللہ کے بجائے اپنے ہی اندر کے کچھ افراد کو اپنا رب بنا لیں! — ایسا نظام جو دنیا میں انسانوں پر حکمرانی کرے، اُس کے لیے صرف اللہ کی عبودیت پر قائم ہونا شرط ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب شرائع و احکام صرف بارگاہِ الہی سے حاصل کیے جائیں اور اس عالمگیر نظام کے سائے میں رہتے ہوئے ہی ہر فرد جو عقیدہ چاہے اپنائے! اسی طرح ”دین“ یعنی کامل تسلیم و رضا اور مکمل پیروی و بندگی اللہ تعالیٰ کے لیے ہو سکے گی۔“

نقوشِ راہ

سید قطب شہیدؒ





## سورة الرعد

(آیات: 30 تا 31)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنَاكَ فِيْ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَهُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ط قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْبَیْتُ مَثَابٌ ۝ وَاَنْ قُرْاْنَا سُبُرَتْ بِهٖ الْجِبَالُ اَوْ قَطَّعَتْ بِهٖ الْاَرْضُ اَوْ كَلِمَٓ بِهٖ الْمَوْتِ ط بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ط اَفَلَمْ یَاۤئِسْ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ لَّوِیْشَاءُ اللّٰهُ لَهْدٰی النَّاسِ جَمِیْعًا ط وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعًا ۙ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰی یَاۤتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِِفُ الْوَعْدَ ۙ

**آیت 30** ﴿كَذٰلِكَ اَرْسَلْنَاكَ فِيْ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَهُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ط﴾ (اے نبی ﷺ!) اسی طرح ہم نے آپ کو بھیجا ہے ایک ایسی امت میں جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ تلاوت کر کے سنائیں ان لوگوں کو وہ (کتاب) جو ہم نے وحی کی ہے آپ کی طرف درآں حالیکہ یہ لوگ رحمن کا انکار کر رہے ہیں۔  
اگرچہ اللہ تعالیٰ کا نام ”الرحمن“ عرب میں پہلے سے متعارف تھا مگر مشرکین مکہ ”اللہ“ ہی کو جانتے اور مانتے تھے اس لیے وہ اس نام سے بدکتے تھے اور عجیب انداز میں پوچھتے تھے کہ یہ رحمن کون ہے؟ (الفرقان: ۶۰)

﴿قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ﴾ ”کہہ دیجیے کہ وہ میرا رب ہے اُس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔“  
﴿عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْبَیْتُ مَثَابٌ ۙ﴾ ”اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اُسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔“  
**آیت 31** ﴿وَاَنْ قُرْاْنَا سُبُرَتْ بِهٖ الْجِبَالُ اَوْ قَطَّعَتْ بِهٖ الْاَرْضُ اَوْ كَلِمَٓ بِهٖ الْمَوْتِ ط﴾ ”اور اگر ہوتا کوئی ایسا قرآن جس کے ذریعے سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے یا کلام کرتے اس کے ذریعے مردے (تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں تھے)۔“

یہاں پھر حسی معجزوں کے بارے میں مشرکین کے مطالبے کا جواب دیا جا رہا ہے۔ سورۃ الانعام میں یہ مضمون تفصیل سے گزر چکا ہے۔ یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ہم نے کوئی ایسا قرآن اتارا ہوتا جس کی تاثیر سے طرح طرح کی حسی معجزات کا ظہور ہوتا تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں تھے۔ یہ قرآن ہر اُس شخص کے لیے سراپا معجزہ ہے جو واقعی ہدایت کا خواہش مند ہے۔ یہ طالبان حق کے دلوں کو گداز کرتا ہے، ان کی روح کو تازگی بخشتا ہے، ان کے لاشعور کے اندر خوابیدہ ایمانی حقائق کو جگاتا ہے۔ ایسے لوگ اپنی ہدایت کا تمام سامان اس قرآن کے اندر موجود پاتے ہیں۔

﴿بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ط اَفَلَمْ یَاۤئِسْ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ لَّوِیْشَاءُ اللّٰهُ لَهْدٰی النَّاسِ جَمِیْعًا ط﴾ ”بلکہ اختیار تو کل کا کل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کیا اہل ایمان اس پر مطمئن نہیں ہو جاتے کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام انسانوں کو ہدایت دے دیتا؟“  
اہل ایمان کو تو یہ یقین ہے نا کہ اگر اللہ چاہتا تو دنیا کے تمام انسانوں کو ہدایت دے سکتا تھا اور اگر اُس نے ایسا نہیں کیا تو یہ ضرور اسی کی مشیت ہے۔ لہذا اس یقین سے اُن کو تودل جمی اور اطمینان حاصل ہو جانا چاہیے۔

﴿وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعًا ۙ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰی یَاۤتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ ط﴾ ”اور جو کافر ہیں ان کو برابر پہنچتی رہے گی ان کے اعمال کے سبب کوئی نہ کوئی آفت یا ان کے گھروں کے قریب اترتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے۔“  
﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِِفُ الْوَعْدَ ۙ﴾ ”یقیناً اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“  
ان لوگوں کے کرتوتوں کی پاداش میں ان پر کوئی نہ کوئی آفت اور مصیبت نازل ہوتی رہے گی۔ وہ مسلسل خوف کی کیفیت میں مبتلا رہیں گے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے۔

## انجام کی فکر اور آگاہی کا نتیجہ

فرمان نبوی

پرفیسر محمد رئیس جموں

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لَوْ تَعْلَمُونَ مَا اَعْلَمُ لَصَحِحَّتُمْ قَلِيْلًا وَكَبِهْتُمْ كَثِيْرًا)) (رواه بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم ان باتوں کو جان لو جو مجھے معلوم ہیں تو بہت تھوڑا ہنسوا اور کثرت سے روتے رہو۔“

تشریح: انسان کی ظاہر بین آنکھ ان حقائق کا ادراک نہیں کر سکتی جن کا تعلق اعمال کی جزا اور سزا سے ہے اور وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ موت کی سختی کیسی ہے، برزخ میں کیا صورت حال پیش آئے گی اور قیامت کے دن کن مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان سب چیزوں کو میں تو اچھی طرح جانتا ہوں لیکن تم نہیں جانتے۔ اگر میری طرح تمہیں بھی ان حقائق کا علم ہوتا تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت کثرت سے روتے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ خدا کی نافرمانی اور گناہوں کی سزا کا اگر ہمیں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ ہو تو غم کے مارے چروں پر اُداسی چھا جائے۔ ہولناک مستقبل کے خوف سے ہنسی کہاں سے آئے گی؟ دہشت زدہ انسان کو ہر وقت رونے سے ہی سروکار رہے گا۔



## پاکستان کے دو بڑے مسئلے

پاکستان مسلم لیگ (ن) کو پاکستانی عوام نے حکومت کرنے کا مینڈیٹ دیا ہے۔ لہذا جمہوری تقاضوں کے مطابق مسلم لیگ حکومت بنائے گی اور جب تک یہ شمارہ قارئین کے ہاتھوں میں پہنچے گا مسلم لیگ کے قائد میاں محمد نواز شریف وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھا چکے ہوں گے۔ یہ بات اب کوئی راز نہیں رہی کہ پاکستان میں اقتدار اب پھولوں کی بیج نہیں کانٹوں کا بستر ہے۔ ملک کو بے شمار داخلی اور خارجی مسائل کا سامنا ہے۔ لیکن ان سطور میں ہم صرف ایک داخلی اور ایک خارجی مسئلہ کا ذکر کریں گے۔ داخلی سطح پر امن و امان اور شہریوں کی قتل و غارت سے محفوظ زندگی کا مسئلہ اور خارجی سطح پر دہشت گردی کی جنگ میں امریکہ کا حلیف رہنا یا اس سے علیحدگی اختیار کرنا۔ اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو یہ دو مسئلے نہیں بلکہ حقیقت میں ایک ہی مسئلے کے دو جز ہیں۔ ہم مسئلہ کے دوسرے حصے کا پہلے جائزہ لیں گے۔ یعنی کیا پاکستان کو دہشت گردی کی اس امریکی جنگ سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے۔ کسی صحیح نتیجے اور حقیقت تک پہنچنے کے لیے ہمیں پاک امریکہ تعلقات کا آغاز ہی سے جائزہ لینا ہوگا۔

قیام پاکستان کے وقت کمیونسٹ سوویت یونین اور امریکہ عالمی سطح پر خود کو سپر پاور تسلیم کروا چکے تھے۔ سوویت یونین کے بارے میں تاثر یہ تھا کہ وہ مذہب دشمن یا خدا کی انکاری ریاست ہے اور امریکہ ایک آزاد بلکہ کسی قدر مذہب دوست ریاست سمجھی جاتی تھی۔ اسی لیے بائیان پاکستان نے اپنا رخ امریکہ کی طرف رکھا۔ تقسیم ہند سے چند ماہ پہلے امریکہ سے ایک اعلیٰ سطحی وفد ہندوستان آیا اور قائد اعظم سے ملاقات کی۔ بعض ذرائع کے مطابق قائد اعظم نے وفد کو یقین دہانی کرائی کہ پاکستان خطے میں امریکی مفادات کا تحفظ کرے گا۔ ظاہر ہے، قائد اعظم نے ان خیالات کا اظہار پاکستان کے شمال مغرب میں سوویت یونین کی موجودگی اور اس کی مذہب دشمن پالیسی کو سامنے رکھ کر کیا ہوگا۔ لیاقت علی خان نے بھی سوویت یونین کے دورہ کی دعوت کو مسترد کر کے امریکی دورہ کی دعوت اسی لیے قبول کی کہ ہم مذہب دشمن ریاست سے اچھے تعلقات قائم نہیں کر سکتے۔ سفارتی حلقوں کے مطابق بائیان پاکستان کے سوویت یونین کے بارے میں اس واضح اظہار بیزاری نے امریکہ کو فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کیا۔ پاکستان کو سیٹو اور سینٹو میں جکڑ لیا گیا۔ اگرچہ اس کا یہ ظاہری فائدہ تو ہوا کہ پاکستان کو فوجی ساز و سامان اور اسلحہ امریکہ سے مل گیا لیکن ان معاہدوں میں یہ واضح تھا کہ پاکستان کی عملی مدد صرف کسی کمیونسٹ ملک کی جانب سے جارحیت کی صورت میں کی جائے گی۔ یہ راز عام پاکستانیوں پر 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں کھلا جب امریکہ نے نہ صرف پاکستان کی مدد سے انکار کر دیا بلکہ پاکستان کو اسلحہ کی سپلائی بھی بند کر دی۔ 1971ء کی جنگ جس میں پاکستان دولت ہو۔ اس کے بارے میں ہنری کسنجر نے صاف صاف اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے کہ پاکستان کو دولت کرنے میں بھارت کو امریکی آشیر باد حاصل تھی۔

امریکہ پاکستان دوستی اور تعلقات کے حوالہ سے یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ امریکی رویہ اور طرز عمل اس سٹرٹیجی کے مطابق تھا کہ اسے پہلے سوویت یونین کی قوت کو کم کرنا اور واحد سپریم پاور بننا ہے اور پھر عالم اسلام سے نمٹنا ہے۔ جب امریکہ سوویت یونین کے مفادات پر ضرب لگاتا تھا تو پاکستان اس کا ساتھ اس لیے دیتا تھا کہ سوویت یونین مذہب دشمن ریاست ہے اور امریکہ پاکستان کو اس کے اس نظریہ کی بنیاد پر استعمال کرتا تھا۔ لیکن امریکی پروگرام کا اگلا حصہ یہ تھا کہ اسے عالم اسلام کا تیا ناچہ کرنا ہے اور پاکستان کا عالم اسلام میں یہ مقام تھا کہ اس کے پاس کم از کم اُس دور میں بہترین پروفیشنل فوج تھی۔ 1973ء میں عرب اسرائیل جنگ میں پاکستانی فضائیہ اپنی مہارت کا اظہار بھی کر چکی تھی۔ امریکی نقطہ نظر سے یہ ضروری تھا کہ سوویت یونین کے خلاف مدد لیتے ہوئے بھی پاکستان سے تعلقات کو عارضی اور فوری بنیادوں پر استوار کیا جائے اور اسے کوئی مستحکم بنیاد فراہم نہ ہو۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں اور اب بھی پاکستان امریکہ سے گلے شکوے کرتا نظر آتا ہے اور امریکی حکمران اس پر معنی خیز انداز میں مسکراتے ہیں۔ امریکہ نے اس پالیسی کے تحت اقتصادی یا عسکری لحاظ سے کبھی ایسی مدد نہیں کی کہ بعد ازاں جب وہ عالم اسلام کے خلاف قدم اٹھائے تو پاکستان ایک توانا اور مستحکم ملک بن چکا ہو۔ لہذا دیدہ دانستہ پاکستان

ہفت روزہ

## ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

28 مئی تا 3 جون 2013ء جلد 22

17 تا 23 رجب المرجب 1434ھ شماره 22

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری  
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000

فون: 36313131-36316638-36366638 فیکس:

E-Mail: markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700

فون: 35869501-03 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ: 12 روپے

سالانہ زر تعاون

اندرون ملک.....450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا.....(2000 روپے)

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا بے آرڈر

”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال

کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء

سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں



سطح پر فوری طور پر اور نچلی سطح پر جتنی جلدی ممکن ہو خاتمہ کیا جائے۔ سفارش اور رشوت برائیوں کی جڑ ہیں۔ ان جڑوں کا کاٹنوں ہوگا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر نئی حکومت دیانت داری سے کام کرے تو یہ مسائل حل ہو سکتے ہیں اور اگر نئی حکومت نے بھی ان مسائل کے بارے میں سنجیدگی کا مظاہرہ نہ کیا تو اس کا حشر بھی پاکستان پیپلز پارٹی جیسا ہوگا۔ اللہ نہ کرے کیونکہ اس میں صرف ان کا نقصان نہیں بلکہ ملک و قوم کا نقصان بھی ہے۔

کے حکمرانوں کو کرپٹ کیا گیا۔ پاکستان کی اندرونی سیاست میں دخل اندازی کر کے یہاں ایک منصوبہ کے تحت فوجی آمروں کو لایا گیا، تاکہ فوج کو اقتدار کا چسکہ ڈالا جائے اور اس کا پروفیشنلزم ختم ہو یا متاثر ہو۔ لہذا اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ خطے میں مسلط کی گئی جنگ دہشت گردی کے خلاف جنگ نہیں ہے، درحقیقت عالم اسلام کے خلاف جنگ کا آغاز ہے، جس میں سب سے پہلے پاکستان کو زیر کرنا از حد ضروری ہے۔

### بیابانہ مجلس اسرار

## ضبطِ نفس کا اسلامی تصور

ابن حجر عسقلانی نے ”فتح الباری“ میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث نقل کی ہے: ((لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ)) ”اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں“۔ اسی طرح مسند احمد میں روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((لِكُلِّ أُمَّةٍ رَهْبَانِيَّةٌ وَرَهْبَانِيَّةُ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ)) ”ہر امت کی کوئی رہبانیت ہوتی ہے اور اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے“۔ یہ حضور ﷺ کا نہایت حکیمانہ قول ہے۔ اس سے زیادہ حکیمانہ بات نہیں ہو سکتی، کہ تم اپنے نفس کو تکلیفیں پہنچانا چاہ رہے ہو، یہی تکلیفیں جہاد فی سبیل اللہ میں بھی تو ہیں۔ جب تم غاروں میں بیٹھ کر اپنے نفس کو تکلیفیں پہنچاؤ گے تو اس سے اگر کوئی فائدہ پہنچے گا بھی تو صرف تمہاری اپنی ذات کو پہنچے گا۔ اگرچہ اس میں بہت سے خطرات بھی ہیں جو بہت زیادہ خوفناک نتائج پیدا کر سکتے ہیں، لیکن بالفرض اگر مثبت پہلو ہی سامنے رکھا جائے تو اس سے صرف تمہاری ذات کو ہی فائدہ پہنچ رہا ہے۔ یہی تکلیفیں تم اپنے نفس کو جہاد فی سبیل اللہ میں پہنچاؤ۔ وہاں جا کر بھوک بھی ستاتی ہے۔ ایسا وقت بھی آتا ہے، جیسا کہ غزوہ تبوک میں ہوا ہے، کہ تین تین مجاہدین کے لیے چوبیس گھنٹے کا راشن صرف ایک کھجور ہے۔ اب اس سے زیادہ نفس کشی اور کیا ہوگی! لیکن یہ نفس کشی اس راستے میں ہے کہ جس سے دین کا غلبہ ہوگا، نظام عدل و قسط قائم ہوگا۔ اس سے بحیثیت مجموعی کروڑوں انسان ظلم، جبر و استبداد اور استحصال کے پھندوں سے نجات پائیں گے۔ ان کے لیے پھر ممکن ہوگا کہ وہ بھی اپنے پروردگار کی طرف توجہ کریں، اس سے لو لگائیں، اس کے ساتھ راتوں کو کھڑے ہو کر مکالمہ اور مخاطبہ کریں، اس کے ساتھ مناجات کریں۔ لیکن یہ تب ہوگا کہ انہیں ظلم کی چکیوں سے نکالا جائے۔ وہ جو کولہو کے تیل بنے ہوئے ہیں، جو بار برداری کے جانور بن کر رہ گئے ہیں، ان کے لیے کیا ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے لو لگائیں اور کہیں کوئی اعلیٰ خیال بھی ان کے ذہن میں آسکے؟ تو نوع انسانی کو ان بندھنوں سے آزاد کرانے کے لیے جدوجہد کرو۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس جہاد فی سبیل اللہ میں بھوک بھی آجائے گی، بے آرامی بھی آجائے گی، تکلیفیں بھی آجائیں گی۔ بجائے اس کے کہ غاروں میں جا کر اپنے نفس کو یہ تکلیفیں پہنچاؤ، وہ سارے مقاصد جہاد فی سبیل اللہ میں بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: ((رَهْبَانِيَّةُ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)) ”اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔“ اپنے نفس کے خلاف مجاہدہ یہ بھی ہے کہ حرام سے اس کو بچالو۔ فرض کیجیے اندر سے کسی حرام کی خواہش جنم لے رہی ہے تو اپنے نفس کو اس سے روکو۔ جیسے ایک جگہ فرمایا گیا ہے: ﴿وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ﴾ (النزعت: 40) ”اور اس نے اپنے نفس کو روک رکھا (اور اس کی لگا میں کھینچ کر رکھیں) خواہش سے“۔ بشرطیکہ وہ خواہش حرام کے راستے کی ہو۔ (بانی تنظیم اسلامی کی کتاب ”سورة الحدید کی مختصر تشریح“ سے ایک اقتباس)

جہاں تک داخلی سطح پر امن و امان اور ہر روز کے قتل و غارت کا تعلق ہے تو اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان نے جب کھلم کھلا امریکہ کا ساتھ دیا اور اس کا فرنٹ لائن حلیف بن گیا تو کچھ لوگوں کو یہ جواز مہیا ہو گیا کہ وہ اپنی ہی فوج کے خلاف کارروائیاں کریں۔ بھارت کھلم کھلا اور امریکہ دوست کے روپ میں دشمنی کرتے ہوئے ان عناصر کو انگیزت بھی کرتے ہیں اور ہر نوع کی عملی مدد بھی کرتے ہیں، جس سے پاکستان میں دہشت گردی کا طوفان آیا ہوا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ گزشتہ پانچ سال میں جن لوگوں نے پاکستان میں حکومت کی اور جن لوگوں نے انہیں حکومت کرنے میں مدد دی ہے ہماری مراد فوج اور فرینڈلی اپوزیشن ہے ان سب نے پاکستان کے ساتھ بہت بڑی دشمنی کی ہے۔ کیا یہ درست نہیں ہے کہ کراچی میں بڑے بڑے ٹارگٹ کلرز کو ایک فون پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ بھتہ خوری کو اس قدر بڑھا دیا گیا کہ یہ ایم کیو ایم تک محدود نہ رہی بلکہ کراچی کی بہت سی سیاسی جماعتیں اس میں ملوث ہو گئیں۔ لیاری میں پیپلز امن کمیٹی کیا گل کھلاتی رہی۔ بلوچستان میں بھی صورت حال کو جان بوجھ کر خراب کیا گیا۔ وہاں ساری اسمبلی وزیر تھی اور وزیر اعلیٰ ایک ایسے آدمی کو بنا دیا گیا جس کی ذہنی صحت ہی مشکوک تھی۔ خیبر پختونخوا میں بھی حکومت کو امن و امان کے قیام سے کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ وہ بھی پیپلز پارٹی کی طرح صرف اپنی اقتصادی حالت بہتر بناتے رہے۔

لہذا نئی حکومت کا ان دو مسائل کے حوالے سے فرض ہے کہ وہ فوری طور پر امریکی جنگ سے الگ ہو۔ اگرچہ میاں محمد نواز شریف نے یہ بیان دیا ہے کہ وہ طالبان سے مذاکرات کریں گے لیکن یہ مذاکرات نشستند گفتند اور برخاستند کے انداز میں نہ ہوں بلکہ انتہائی سنجیدگی سے کیے جائیں۔ تحریک طالبان پاکستان کے وہ لوگ جو فوجی کارروائیوں کی وجہ سے ناراض اور طیش میں ہیں ان سے معافی تلافی کا معاملہ کیا جائے۔ اس سے پہلے امریکہ ان معاہدوں کو سبوتاژ کرتا رہا ہے، اس کا تدارک کیا جائے۔ جو لوگ کسی غلط فہمی کی بنیاد پر اس جنگ میں فریق بنے ہوئے ہیں ان سے الگ مذاکرات کیے جائیں اور پھر راورسی آئی اے کے ایجنٹوں کو تنہا کر کے ان کا بزور بازو قلع قمع کیا جائے۔ علاوہ ازیں اندرون ملک امن و امان کے قیام کے لیے اولین ضرورت یہ ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں سے سیاست کو مکمل طور پر پاک کیا جائے۔ سرکاری ملازم صرف قانونی حکم ماننے کے پابند ہوں۔ حکمران کسی ملزم کی سفارش نہ کریں بلکہ عدالتوں کو فیصلہ کرنے دیں، اور کسی کے مجرم ثابت ہونے پر اس سے سیاسی بنیادوں پر کوئی رورعایت نہ کی جائے۔ قانون کو حقیقی طور پر اندھا ہونا ہوگا، تاکہ امیر غریب اور عوام و حکمران میں کوئی تمیز قانون کے حوالے سے نہ ہو۔ کرپشن اس معاشرہ کا کینسر بن چکا ہے۔ اس کا بالائی



## ایمان اور انفاق

### سورة الحديد کی آیت 7 کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عارف سعید رحمۃ اللہ علیہ کے 17 مئی 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ ایمان دو چیزوں کا مرکب ہے: ایک اقرار باللسان ہے اور دوسری تصدیق بالقلب۔ اقرار باللسان تو زبان سے اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ کی رسالت کی گواہی کا نام ہے۔ لیکن تصدیق بالقلب اس حقیقت کو دل میں جاگزیں کرنا ہے۔ اقرار باللسان دوسروں کو بھی دکھائی دیتا ہے، مگر تصدیق بالقلب کونا اپنے کا ہمارے پاس کوئی پیمانہ نہیں۔ اس کا تعلق عمل سے ہے۔ آدمی کا عمل یہ بتا دیتا ہے کہ اُس کے اندر یقین ہے یا نہیں ہے۔ زبان سے تو سب اقرار کرتے ہیں۔ زبان سے تو منافقین بھی اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ کی رسالت کو مانتے تھے بلکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر قسمیں کھاتے تھے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، ہم آپ کی رسالت کو مانتے ہیں۔ لیکن قرآن نے کہا کہ وہ دعویٰ ایمان میں جھوٹے ہیں۔ اُن کے اندر ایمان نہیں ہے۔ لہذا یقین قلبی والا ایمان ہوگا تو تب ایمان مکمل ہوگا۔ یہ بات واضح ہو کہ دنیا میں فیصلے اقرار باللسان کے تحت ہوں گے، اس لیے کہ دنیا میں کون مسلمان ہے، کون مسلمان نہیں ہے، اس کا انحصار زبانی اقرار پر ہے، اس کے سوا اور کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ ایک شخص نماز نہیں پڑھتا، اُس میں کوتاہی کرتا ہے، قانونی اعتبار سے وہ مسلمان ہی کہلائے گا، اُس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، الا یہ کہ وہ نماز کا انکار کر دے۔ بہر کیف انسان کا عمل بتا رہا ہوتا ہے کہ اس کا ایمان اس کتاب پر ہے یا مغربی فکر و فلسفہ پر، وہ راہ شریعت پر چل رہا ہے یا ”چلو تم ادھر ہوا ہو جدھر کی“ کے مصداق دنیا کے پیچھے چل رہا ہے۔ جو شخص دنیا پرستی کی روش پر گامزن ہو وہ لاکھ کہے کہ میں قرآن پر ایمان رکھتا ہوں، حقیقت میں اُس کا قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ ایسے شخص کی دنیا میں ہم تکفیر نہیں کریں گے، اُسے مسلمان ہی سمجھا جائے

تُوْمُنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱) ﴿﴾ ”مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے، (وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔“

اہل ایمان سے فرمایا کہ اگر تم عذاب الیم سے بچنا چاہتے ہو تو اللہ سے ڈیل کرو..... وہ ڈیل کیا ہے؟ یہ کہ تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرو۔ یہاں مسلمانوں سے خطاب کر کے انہیں دعوت ایمان دی جا رہی ہے۔ بظاہر یہ بات حیرانی کی ہے کہ مسلمانوں سے یہ تقاضا کیا جا رہا ہے کہ وہ ایمان لائیں۔ معترضین کہہ سکتے ہیں کہ (معاذ اللہ) ایمان والوں سے ہی ایمان کا مطالبہ کیا گیا مطلب ہے، بظاہر اس میں تضاد ہے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں، اس لیے کہ یہاں ایمان حقیقی کی دعوت دی جا رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! ایمان کا حق ادا کرو..... اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو ویسے مانو جیسے ماننے کا حق ہے۔ اے ایمان کے دعویٰ دارو! ایمان لاؤ اور پختہ ایمان رکھو اللہ اور اُس کے رسول پر۔ تم کلمہ پڑھ کر مسلمانوں کی صف میں تو شامل ہو گئے ہو، ٹھیک ہے اس کی بنیاد پر دنیا میں تمہیں مسلمان سمجھا جائے گا اور وہ تمام حقوق جو اسلامی ریاست میں مسلمانوں کو حاصل ہیں وہ تمہیں حاصل ہوں گے۔ لیکن تمہارے اندر جس چیز کی کمی ہے، وہ حقیقی ایمان کی ہے۔ لہذا یقین قلبی والے ایمان کے لیے محنت کرو، اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کرو۔ حقیقی ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو رسول پر نازل ہوئی ہے۔ وہ والا ایمان لاؤ جو کہ مطلوب

[خطبہ مسنونہ اور آیات قرآنی کی تلاوت کے بعد] حضرات! سورة الحديد کی ابتدائی چھ آیات پچھلے جمعہ ہمارے زیر درس رہیں۔ ظاہر بات ہے کہ قرآن کی تبیین کا حق کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ جمعہ کے اجتماع میں اصل مقصود تذکیر ہے، بجائے اس کے کہ ہم علمی نکات اور حکمت اور معرفت بیان کریں اصل فوکس تذکیر بالقرآن پر ہونا چاہئے۔ آیت 7 سے خطاب براہ راست مسلمانوں سے ہو رہا ہے اور مسلمانوں میں سے بھی خاص طور پر ہم جیسے مسلمانوں سے۔ اس کی وضاحت پہلے میں کر چکا ہوں کہ ان سورتوں میں جو پیغام آیا ہے وہ خاص طور پر ہمارے لیے ہے۔ یوں تو قرآن سب کے لیے ہدایت ہے، لیکن اس میں کہیں پر مشرکین کو خطاب کر کے بات کی گئی ہے، کہیں پر بنی اسرائیل سے خطاب کیا گیا ہے، اور کہیں مسلمانوں اور خاص طور پر ہم جیسے مسلمانوں سے خطاب ہے۔ تو یہ وہی مقام ہے۔ لہذا اس پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ فرمایا:

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ﴾

”ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول پر۔“

اس آیت میں مسلمانوں سے دو تقاضے کیے گئے ہیں۔ پہلا تقاضا ایمان لانے کا ہے۔ اس آیت کی ہم مضمون آیت سورة النساء میں آئی ہے۔ وہاں فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَلِكْتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَاَلِكْتٰبِ الَّذِيْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط﴾ (آیت: 136) ”مومنو! اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ“ سورة الصف میں بھی مسلمانوں کو دعوت ایمان دی گئی ہے۔ فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدْلٰكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابِ اَلِيْمٍ (۱۰)



گا، لیکن اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبوری نہیں ہے۔ وہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون اپنے دعویٰ ایمان میں سچا ہے اور یقین قلبی سے سرشار ہے، اور کون جھوٹا ہے۔ آخرت میں معاملہ یقین قلبی کی بنیاد پر ہوگا۔ جن لوگوں کے اندر یقین قلبی والی صفت ہو، ان کا پھر رویہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ ان کے شب و روز ان کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ جس ایمان حقیقی کی یہاں دعوت دی جا رہی ہے، وہ ایمان کیسے پیدا ہوگا؟ اس کا ایک راستہ یہ ہے کہ آدمی ایمان کے عملی تقاضوں پر عمل شروع کر دے، اسلام پر پیرا ہو جائے، نماز روزے وغیرہ کی پابندی کرے۔ اس کے نتیجے میں اُس کے اندر ایمان قلبی پیدا ہونا شروع ہو جائے گا۔ اس لیے کہ عمل صالح ایمان پیدا کرتا ہے۔ اس کے ذریعے نور ایمان جو قلب کے اندر موجود ہے اس کی روشنی تیز تر ہوگی۔

آگے فرمایا:

﴿وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلِفِينَ فِيهِ ط﴾

”خرچ کرو ان میں سے جن میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلیفہ بنایا ہے۔“

یعنی جو مال و دولت اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کی ہے اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ ایمان حقیقی پیدا کرنے کا ایک ذریعہ تو یہ ہے آپ نماز پڑھ رہے ہیں، ذکر و اذکار کر رہے ہیں، روزہ رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان ساری چیزوں سے ایمان پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک اور تقاضا یہ کیا کہ اللہ کی راہ میں جان و مال کا انفاق کرو۔ انفاق مال یہ بھی ہے کہ کسی بھوکے کو کھانا کھلا دیا، خدمت خلق کے کام میں پیسہ لگا دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اس پر بڑا اجر و ثواب ہے۔ لیکن انفاق فی سبیل اللہ کا بلند تر درجہ یہ ہے کہ غلبہ دین حق کی راہ میں اپنا مال لگایا جائے، (یہ بات آگے جا کر واضح ہو جائے گی)۔ اسی کے اندر پھر ایک اور مفہوم بھی ہے، جس کی طرف بعض لوگوں نے اشارہ کیا کہ جن چیزوں میں بھی اللہ نے تمہیں جانشین بنایا، تمہیں استخلاف عطا کیا، انہیں خرچ کرو۔ استخلاف کے حوالے سے بھی انفاق مال کے دو مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اگرچہ اللہ نے مال پر تمہیں اختیار دے دیا ہے، یہ مال تمہاری تحویل میں ہے، لیکن یہ تمہارے پاس اللہ کی امانت ہے۔ تم مالک نہیں ہو۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ تمہاری کمائی ہے، لہذا جیسے چاہو اسے خرچ کرو۔ بندہ مالک نہیں، امین ہوتا ہے۔ اُسے یہ سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے مجھے ملا، یہ اللہ کا مال ہے، لہذا مجھے اسے

مالک حقیقی کی مرضی کے مطابق خرچ کرنا ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے جو مال تمہیں دیا ہے وہ بہر حال تمہیں چھوڑ کر جانا ہے۔ آج یہ تمہارے پاس ہے، کل یہ کسی اور کے پاس ہوگا۔ یہ ہمیشہ کے لیے تمہارا نہیں ہے۔ آپ جب یہاں سے رخصت ہوں گے تو خالی ہاتھ ہوں گے۔ یہ مال کسی اور کا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مختلف لوگوں کو اس مال کا جانشین بناتا رہتا ہے۔ آج تمہیں دیا کل اس کا وارث کوئی اور ہوگا۔ چنانچہ اس مفہوم کی ایک حدیث ہے جس میں حضور ﷺ نے بڑے پیارے انداز میں فرمایا: ”ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ تمہارا صرف وہی ہے جو تم نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا صدقہ (خیرات) کر کے جاری رکھا۔“ دنیا کا مال تیرے ہاتھ سے نکل جائے گا، تو اسے لوگوں کے لئے چھوڑ کر مرے گا۔ تیرے بعد وہ تیرے وارثوں کو منتقل ہو جائے گا۔ پھر ان کا بھی نہیں رہے گا۔ پھر ان

کے وارثوں کا ہو جائے گا۔ دنیا میں بڑے بڑے فرعون اور قارون آئے مگر ان کا انجام کیا ہوا، وہ ساری دولت یہیں چھوڑ کر خالی ہاتھ گئے۔ اصل بچت وہ ہے جو راہ خدا میں خرچ کر کے آخرت کے لیے ذخیرہ کر لی جائے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث ہے جس سے یہ واضح ہوگا کہ حضور ﷺ نے اپنے گھر والوں کی، اپنے صحابہ کی تربیت کیسے فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ نے یا اہل بیت نے ایک بکری ذبح کی، جب اس کا گوشت تقسیم ہو چکا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس میں سے کیا باقی رہ گیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ بجز شانہ کے اور کچھ باقی نہیں رہا (یعنی اس کا سب گوشت تقسیم کر دیا ہے صرف شانہ باقی رہ گیا ہے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ”بجز شانہ کے اور سب باقی ہے۔“ (ترمذی) پس اصل بچت تو وہ ہے جو ہم راہ خدا میں دے کر آخرت کے لیے ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ اسلام یہ

## پریس ریلیز 24 مئی 2013ء حافظ عاکف سعید

### مایوس کن حالات میں چینی وزیر اعظم کا دورہ خوشگوار ہوا کا جھونکا ثابت ہوا ہے

اللہ مختلف انداز میں مدد فراہم کر کے ہمیں مہلت دے رہا ہے

ہمیں اس مہلت سے فائدہ اٹھانا چاہیے

مایوس کن حالات میں چینی وزیر اعظم کا دورہ خوشگوار ہوا کا جھونکا ثابت ہوا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ یہ کہنا درست ہے کہ پاک چین دوستی ہماریہ سے بلند اور سمندر سے گہری ہے۔ آغاز میں پاکستان نے چین کا دنیا کے ساتھ تعارف کروایا۔ چین نے اس کا ذکر ہمیشہ ایک احسان کے طور پر کیا۔ بعد ازاں چین نے مختلف مواقع پر پاکستان کو اچھے مشورے دیئے لیکن کبھی ہمارے اندرونی معاملے میں غیر ضروری مداخلت نہیں کی۔ ہندو چینی جنگ کے دوران چین نے ہمیں مشورہ دیا کہ کشمیر میں ہمیں واک اور مل سکتا ہے لیکن ہم نے امریکی یقین دہانیوں پر اعتماد کرتے ہوئے یہ سنہری موقع گنوا دیا۔ چین نے یجی خان کو مشرقی پاکستان میں قوت استعمال نہ کرنے کا مشورہ دیا لیکن فوجی آمر نے طنز یہ انداز میں چین کو جواب دیا: "I thought you were friend" پاکستان کو دو لخت ہونے پر چین نے مشورہ دیا کہ اپنے گرد آہنی پردہ تان لو، دنیا کے معاملات اور تنازعات سے الگ تھلگ ہو کر اپنے معاشی استحکام کے لئے شب و روز محنت کرو۔ معاشی لحاظ سے مضبوط ہونے پر دوسرے تمہارے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکیں گے اور تم آزاد خارجہ پالیسی اپنا سکو گے۔ ہم نے یہ تمام مشورے رد کئے۔ آج ہمیں اپنی بقا کی فکر لاحق ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ مختلف انداز میں مدد فراہم کر کے ہمیں مہلت دے رہا ہے کہ شاید ہم سدھر جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس مہلت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اس لئے کہ بہر حال مہلت کو بھی ایک وقت ختم ہو جاتا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)



چاہتا ہے کہ یہ انداز فکر ہمارے اندر پیدا ہو جائے کہ یہ مال ہمارا نہیں ہے، اللہ کا ہے، ہم اس کے امین ہیں۔ پھر بات محض مال کی نہیں ہے بلکہ اللہ نے ہمیں مال کے علاوہ جسم و جان کی صلاحیتیں عطا کی ہیں، ذہانت و فطانت سے نوازا ہے، مہلت عمل عطا کی ہے۔ اللہ نے جس جس چیز میں ہمیں استخلاف عطا کیا ہے ہمیں چاہئے کہ اُسے اللہ کی راہ میں لگا دیں۔ ہمارا اپنا تو کچھ نہیں ہے۔ سب کچھ اللہ کا عطا کردہ ہے، اور جب سب کچھ اللہ کا ہے تو چاہیے کہ اسے اللہ کی راہ میں لگائیں، اپنے جسم و جان کی توانائیاں اور اپنا مال بھی اس کی راہ میں خرچ کریں۔ اسی لئے قرآن میں جب بھی جہاد کی بات آتی ہے تو انفاق جان و مال کا تقاضا کیا جاتا ہے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، باطل قوتوں سے پیچھے آؤ اور اس کے راستے میں اپنی جان بھی خرچ کرو، اور اپنا مال بھی لگاؤ۔ اس اعتبار سے ﴿وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلِفِينَ فِيهِ ط﴾ میں جان و مال دونوں کا انفاق شامل ہے۔

آگے فرمایا:

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ (۷)

”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور (مال) خرچ کرتے

رہے ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔“

وہ لوگ جو تم میں سے ایمان لائیں گے اور انفاق کریں گے، سب کچھ اپنے لیے بچا کے نہیں رکھیں گے، اُن کے لئے بڑا اجر ہے۔ مال و دولت کی محبت انسان کی کمزوری اور بہت بڑی آزمائش ہے۔ ایمان لانے کے بعد جب یہ تقاضا آتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، غلبہ دین کی جدوجہد میں سرمائے کی ضرورت ہے۔ باطل قوتوں سے سخت مقابلہ ہے، جہاد کے لئے نکلنا تو ایسے موقع پر جان و مال کی محبت پاؤں کی بیڑی بن جاتی ہے۔ چنانچہ آدمی جی چراتا ہے۔ کون چاہتا ہے کہ اس راستے میں آئے؟ کون چاہتا ہے کہ دنیا کے اندر رہتے ہوئے اپنا سب کچھ لٹا دے؟ جان و مال کس کو عزیز نہیں؟ لہذا شیطان آدمی کا راستہ روکتا ہے اور نفس بھی اُس کے آگے بڑھنے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ ان رکاوٹوں کو وہی شخص توڑ سکتا ہے جو دل سے اللہ پر ایمان لایا ہو، جس نے آخرت کو اصل منزل مان لیا ہے۔ ایسے شخص کا طرز عمل پھر یہ ہوگا کہ نفس کی خواہش کچھ بھی ہو، شیطان کچھ بھی پٹی پڑھائے، مجھے تو بس اللہ اور رسول ﷺ کے راستے پر چلنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے اسی عظیم الشان طرز عمل کا مظاہرہ کیا۔ وہ تو منتظر رہتے تھے کہ کب ایسے مواقع ملیں جب وہ اپنی جان اور

مال اللہ کی راہ میں لگائیں۔ اس کے برعکس منافقین جی چراتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ ہم نہ نکلیں، انفاق کرنے سے بچ جائیں۔ وہ بہانے بنانے شروع کر دیتے تھے۔ پھر جھوٹی قسمیں بھی ساتھ شامل کر دیتے تھے۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں لیت و لعل کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔ یہ خیال نہ آئے کہ ابھی تو عمر پڑی ہے، ابھی تو زیادہ فراخی نصیب نہیں، جب حالات اچھے ہو جائیں گے تو خرچ کر لوں گا۔ حدیث رسول ﷺ کے مطابق اجر کے اعتبار سے بڑا صدقہ یہ ہے کہ آدمی صحت و تندرستی کی حالت میں اور فقر و تنگدستی کے اندیشے کے باوجود راہ خدا میں مال خرچ کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کون سا صدقہ اجر کے اعتبار سے زیادہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تو صدقہ کرے اس حال میں کہ تندرست ہے، بخیل ہے اور فقر سے ڈرتا ہے اور مال داری کی امید کرتا ہے اور نہ توقف کرتا کہ جان حلق تک آجائے اور تو کہے کہ اتنا مال فلاں شخص کے لئے ہے اور اتنا مال فلاں شخص کو دے دیا جائے حالانکہ اب تو وہ مال فلاں کا ہو ہی چکا ہے۔“ (صحیح بخاری) اللہ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص ایمان لائے گا، اور راہ خدا میں انفاق کرے گا اس کے لئے بڑا اجر ہے۔ نوٹ کیجئے کہ یہاں اجر کے ساتھ ”کبیر“ کی صفت آئی ہے۔ آگے چل کر گیارہویں آیت کے آخر میں ”أَجْرٌ كَبِيرٌ“ کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ اجر کی دو صفات ہیں دو dimensions ہیں۔ یعنی ایک تو مقدار کے اعتبار سے یہ اجر بہت زیادہ ہوگا، دوسرے یہ کہ جب یہ اجر دیا جائے گا تو اس میں عزت افزائی کا پہلو بھی ہوگا۔ ورنہ عام طور پر تو یہ ہوتا ہے کہ حدیث نبویؐ ((الْبَيْدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْبَيْدِ السُّفْلَى)) (متفق علیہ) کے مصداق لینے والا محسوس کرتا ہے کہ میری حیثیت کچھ کم ہوئی ہے، گری ہے، لیکن نہیں! اللہ کی طرف سے جب اجر ملے گا تو اس میں اکرام اور اعزاز ہوگا۔ وہ اجر کبیر بھی ہوگا اور اجر کریم بھی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جن چیزوں میں مستخلف بنایا ہے اگر یہ سب کچھ بھی ہم اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں تب بھی اس زعم میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے کوئی بڑا تیر مارا ہے اور ہم کسی بہت بڑی بلندی تک پہنچ گئے ہیں، بلکہ اس پر بھی اللہ کا احسان ماننا چاہیے کہ اس نے ہمیں اس کی توفیق دی۔ اگر اس کی راہ میں سب کچھ بھی دے دیا تو یہ تمہارا اپنا تو تھا ہی نہیں، دیا ہوا اسی کا تھا۔

بقول غالب۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی  
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!  
اگر تم نے اسی کی دی ہوئی شے اُس کو لوٹا دی اور  
اُسی کا دیا ہوا مال اُس کے قدموں میں ڈال دیا تو کیا  
کمال کیا؟ انفاق ایمانی رویہ ہے، اور اس سے گریز نفاق  
کی علامت ہے۔ نفاق کا سفر شروع ہی اس سے ہوتا ہے  
کہ آدمی جان و مال کی محبت کی وجہ سے دین کے تقاضوں  
سے گریز کرے۔ اللہ نے بتا دیا کہ وہ لوگ جو ایمان حقیقی  
سے بہرہ ور ہوں گے اور انفاق کریں گے، اُن کے لئے  
بڑا اجر ہے۔ اس کے برعکس منافقین چاہے دنیا میں مسلمانوں  
کی صف میں شامل سمجھے جائیں گے لیکن انجام کار اُن کا  
ٹھکانہ جہنم کا سب سے نچلا درجہ ہوگا۔ وہ سخت ترین عذاب  
کا سامنا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یقین قلبی کی دولت  
عطا فرمائے اور اپنے دین کے غلبہ کے لئے تن من دھن  
لگانے کی توفیق دے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆☆☆

### بقیہ: کارتریاتی

مصور پاکستان کا دیا یہ سبق ہر اس پاکستانی کی  
رگوں میں دوڑتا ہے جو ڈالروں کی آلائش سے پاک  
ہے! مالی بدعنوانی ہی کی طرح پاکستان کے جسد اخلاقی کا  
ناسور، میڈیا سے اڈتی بے حیائی، فحاشی کو بھی لگام دینے  
کی ضرورت ہے۔ پیرا کو ضابطہ اخلاق دے کر یقینی بنایا  
جائے کہ یہ شتر بے مہار کثافت دور کی جائے گی۔ اب  
شاید ’حیا‘ کی تعریف کا تعین ممکن ہو جائے جس کا تمسخر  
پچھلے دور میں اڑایا گیا:

راہ عمل میں جذبہ کامل ہو جس کے ساتھ  
خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

### تنظیمی اطلاع

مقامی تنظیم ’النور کالونی اسلام آباد‘ میں

سلطان احمد کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ اسلام آباد کی جانب سے مقامی تنظیم  
النور کالونی اسلام آباد میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی  
اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی  
مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 9 مئی 2013ء میں مشورہ  
کے بعد چودھری سلطان احمد کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔



## جذبہ کامل درکار ہے

عامرہ احسان

amira.pk@gmail.com

مالی بدعنوانی کے آگے بند باندھنے کے ساتھ ساتھ، قانون کی حکمرانی کو لوٹانا ہوگا۔ رٹ آف سٹیٹ کی جھوٹی رٹ لگا کر لال مسجد اور سوات کو اجاڑا گیا۔ اسے کراچی میں قائم کرنا حقیقی چیلنج ہے۔ انتخابات کے دن یہ رٹ کہاں تھی جسے ریجنرز اور سکیورٹی ادارے خاموش دیکھا کیے؟ لندن کی راجدھانی سے بیاگ دہل رٹ کو لاکار جائے (کیا برطانوی رٹ کو، کوئی کراچی میں بیٹھ کر اسی لب و لہجے میں لکار سکتا ہے؟) میڈیا کو سانپ سونگھ جائے۔ لیتے لیتے اینکر یکا یک منقارزیر پر ہوں! 11 مئی پر بھی 12 مئی کا آسیب طاری تھا۔ پارلیمنٹ اور حکومت کو کراچی کا امن اور قانون کی حکمرانی اسے لوٹانی ہوگی۔

تحریک انصاف دو متضاد ووٹ بینک کے سر پر جیتی ہے۔ پختونخوا کا ووٹ امریکہ مخالف، ہماری جنگ مخالف ووٹ ہے۔ پورے صوبے کو آتش و آہن کی گھن گرج، بچوں کو یتیم، عورتوں کو بیوہ اور نوجوانوں کو بوڑھا کر دینے والی اس خود مولیٰ ہوئی جنگ سے نجات حاصل کرنے کا ووٹ ہے۔ ملک کے باقی بڑے شہروں میں یہ ووٹ سول سوسائٹی، این جی اوز، گویوں، سیکولر، لبرل، یو ایس ایڈ یا فتنہ نچی تعلیمی اداروں سے منسلک مالکان اور نوجوانوں کا ووٹ ہے! ان دو متضاد تصور ہائے زندگی کے مابین توازن تحریک انصاف کے لیے ایک چیلنج ہے۔ سوشل میڈیا پرائڈٹی مغلظات کی تہذیب و تربیت، ملک کو درپیش مسائل کے حل کے لیے سنجیدگی اور بردباری اس اعلیٰ تعلیم یافتہ، طبقے کو سکھانا بھی لازم ہے۔ جلسوں کی جذباتی فضا سے نکل کر اجڑے ملک کو سنوارنا۔ اس چیزے دیگر است! یہ پھینٹی، بلے سے لگا کر، کر گزرنا ممکن نہیں! مغربی طرز جمہوریت کی 'اپوزیشن' یا حزب اختلاف۔ یعنی مخالفت پر کمر بستہ گروہ کا تصور بالائے طاق رکھ کر، اس نازک وقت یک جان، یک زبان ہو کر بحالی پاکستان کے ون پوائنٹ ایجنڈے پر کام کریں۔ سید علی گیلانی نے بجا طور پر اپنی توقعات کا اظہار کرتے ہوئے فلسطین، کشمیر، چینیا، محکوم اقوام کے حمایتی پاکستان کو یاد کیا ہے۔ اللہ وہ دن واپس لائے جب امت مسلمہ کی آنکھوں کا تارہ امیدوں کا مرکز پاکستان، اپنی سانس بحال کر کے بہترین خارجہ پالیسی مرتب کر سکے۔ دنیا بھر میں روندے جانے والے مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کرنے کے لائق ہو سکے۔ برما کے مسلمانوں کی دادرسی کر سکے۔ ہاں بلاشبہ نیل کے ساحل سے لے کر تاجک کا شجر کا ٹھیکہ ہم نے لے رکھا ہے!

(باقی صفحہ 5 پر)

لوٹ رہا ہے، شب غم گزار کے! کیا 'یوم تکبیر' منانے کا اس سے بہتر بھی کوئی وقت ہے؟ سبق یہ ہے کہ تکبر کے درخت پر کبھی پھل نہیں لگتا، خار ہی لگتے ہیں۔ اسے خوائے عجز پسند ہے۔ اللہ کے آگے سر جھکائیے جس نے گرانبار ذمہ داریوں کا بوجھ لادا ہے۔ انک جیل کی دکھ بھری راتوں میں سے یہ دن نکالنے، دکھانے والی ذات وہی ہے۔

ہتھکڑیوں میں بندھی تذلیل (خوفزدہ کر دینے کی حد تک!) سے نکال کر قوم کی امیدوں کی مسند پر عزت دے کر بٹھانے والی ذات صرف ایک ہے۔ اتنی بلندی سے گرا کر پھر نئی زندگی عطا کرنے والا بھی وہی ہے جو زندگی، موت اور کل بھلائیوں کا مالک ہے! تمام زمینی حقائق میں سے سب سے بڑا سچ، حق یہی تو ہے! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ! نئے پاکستان، توانا پاکستان، آزاد، خود مختار، اپنی اسلامی شناخت پر نازاں پاکستان کو ڈنکے کی چوٹ 'یوم تکبیر' پر بحال کیجیے۔ رب قدر کی طرف سے برکات اور کامیابیاں بقدر اخلاص بڑھ کر ہمیں ابتلاؤں سے نکالیں گی۔ بانی پاکستان محمد علی جناح نے 19 اپریل 1946ء کو نئی دہلی کنونشن میں مرکزی اسمبلی اور صوبائی دستور ساز مجالس کے مسلم ارکان کو مدعو کر کے ایک حلف نامے پر دستخط لیے۔ عہد پڑھا گیا اور ہر ممبر نے اس پر دستخط کیے۔ وہ عہد تازہ کر لیجیے: "کہو میری نماز، میری قربانی (تمام مراسم عبودیت، بندگی، پرستش) میرا جینا، میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔" (الانعام: 162) اس حلف میں پاکستان کی آزادی، تحفظ اور سالمیت کے لیے ہر قربانی دینے اور ہر آزمائش برداشت کرنے کا وعدہ شامل تھا۔ اور اختتامی الفاظ بھی قرآنی دعا کے تھے۔ 'ہمارے رب صبر ہم پر انڈیل دے، ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کفار کے خلاف نصرت عطا فرما! آمین۔ یہ ٹھیٹھ اسلامی حلف انتخاب تھا بابائے قوم بابائے مسلم لیگ کا، دو ٹوک، شفاف اعلان! (قائد اعظم اور اسلام: حنیف شاہد) پاکستان کو ایک مکمل ریورس گیر لگانا ہوگا۔

انتخابات اور دھاندلی دھرنوں سے نکل کر حکومت سازی کا مرحلہ درپیش ہے۔ جمہوریت اپنے تمام تر لوازم کے ساتھ موجود ہے۔ وعدوں، دعوؤں کا موسم گزر گیا۔ اب زمینی حقائق کا سامنا ہے۔ سیاسی جوڑ توڑ جاری رہے گا۔ مسائل اور چیلنج ایک بلا کی صورت سامنے کھڑے ہیں۔ عوام کی توقعات کا گراف بہت اونچا ہے۔ اتحاد بناتے ہوئے، عدد میں اضافہ کرتے ہوئے اخلاص، صداقت و امانت (جس درجے میں بھی سہی) کو پیمانہ بنانا چاہیے۔ وزارتوں مراعات، مفادات کی بنیاد پر جو حمایت حاصل کی جائے گی وہ قوم کو پھر تشنہ لبی کے سوا کچھ نہ دے گی۔ کہانی پھر وہی دہرائی جائے گی۔ "دن پھرے ہیں فقط وزیروں کے" والی!

یہ ایک نیک شگون ہے کہ میاں نواز شریف نے 28 مئی، یوم تکبیر کو حکومت کے نقط آغاز بنانے کی تجویز دی ہے۔ 'یوم تکبیر' پاکستان کے لیے شان و شوکت کا ایک بابرکت استعارہ ہے۔ اللہ کی کبریائی کے آگے سر تسلیم ختم کرنے، ایسا کہ نعبدو ایسا کہ نستعین، میں عملی رنگ بھرنے کا اعلان ہے۔ ہماری بربادیاں امریکہ کے آگے سر جھکانے اللہ سے منہ موڑ کر روشن خیالیوں کے سراب کے لقم و دق صحرا کی خاک چھاننے سے شروع ہوئی تھیں۔ اس کا موجد ((پرویز)) اپنی بنائی جیل میں بند خواب آور گولیوں میں جھوٹے سپنوں کی تعبیر کا متلاشی، گھپ گھور تنہائیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے۔ اگر فرار ہونے میں کامیاب ہو بھی گیا تو زندگی یونہی لاچارو بے قرار گزرے گی۔ ارض و سما سے آتی صدا سنیں: 'کہو! اے اللہ! ملک کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے، جسے چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (ال عمران: 26) بارہ برسوں نے سرحد کے آر پار اس آیت کا حرف حرف سچا کر دیا۔ امریکہ اپنے اتحادیوں سمیت پوری معلوم دنیا کی سائنس اور ٹیکنالوجی جھونک کر بے نیل و مرام، واپس



## الیکشن 2013ء میں بے ضابطگیاں اور

### نئی حکومت کو درپیش مسائل

#### خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

شکرکاء:

بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

بیلٹ پیپر ضائع ہوا تھا اور انھیں اضافی پیپر جاری کیا گیا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق 136 پولنگ سٹیشنز ایسے نکلے ہیں جہاں 100 فیصد سے زیادہ ووٹ کاسٹ ہوئے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ 100 فیصد ووٹ کاسٹ نہیں ہوا کرتے، کجا یہ کہ 100 فیصد سے زیادہ ووٹ کاسٹ ہو جائیں۔ جہاں تک الیکشن کمیشن کا تعلق ہے میرے نزدیک انہوں نے آزاد اور منصفانہ انتخابات کے انعقاد کی کوشش کی ہی نہیں، بلکہ یوں کہا جائے تو زیادہ درست ہوگا کہ وہ اس پوزیشن میں تھے ہی نہیں۔ اس حوالے سے ہمیں آئین میں مزید بہتری پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ چیف الیکشن کمشنر فخر الدین کی دیانت پر کسی کو شک نہیں، لیکن آدمی جب اس عمر کو پہنچ جائے کہ آنکھ اور کان درست طور پر کام نہ کر رہے ہوں تو اس کو ایسی اہم ذمہ داری نہیں دینی چاہیے۔ ہمارے ہاں سرکاری ملازم کے لیے عمر کی حد 60 سال مقرر ہے۔ ان اہم عہدوں کے لیے بھی عمر کا تعین ہونا چاہیے۔ جس کو بھی ایسی قومی ذمہ داری دی جائے وہ ذہنی طور پر توانا اور جسمانی طور پر بھی فٹ ہو۔ چیف الیکشن کمشنر کو تو حرکت کرنے کے لیے بھی دو آدمیوں کے سہارے کی ضرورت پڑتی تھی۔ لہذا انہیں معلوم ہی نہیں ہوا کہ ان کی ناک کے نیچے کیا ہو رہا ہے۔

**سوال:** الیکشن کمیشن نے ووٹنگ کا جو سسٹم وضع کیا وہ تو بہت بہتر تھا، یعنی فہرست پر ووٹر کی تصویر تھی۔ ہر ووٹر کے انگوٹھے کا نشان حاصل کیا گیا۔ اب اگر کہیں دھاندلی ہوئی ہے تو اس میں چیف الیکشن کمشنر کا کیا قصور ہے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ:** آپ کی بات درست ہے کہ ووٹرز کے ریکارڈ کو نادرا کے ساتھ منسلک کر دیا گیا تھا اور انگوٹھے کا نشان ان کے ریکارڈ سے چیک کیا جاسکتا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان شکایات کی تفتیش ہو اور اگر یہ چیزیں نادرا کے ریکارڈ کے مطابق نہ پائی جائیں تو ایسے ووٹوں کو نہ صرف مسترد کیا جائے بلکہ جعل سازی کے ذمہ داروں کا تعین کر کے انھیں قرار واقعی سزا دی جائے، تاکہ آئندہ کسی الیکشن میں یہ پریکٹس دہرائی نہ جاسکے۔

**ایوب بیگ مرزا:** میرے خیال میں گنتی کے عمل کے دوران سب سے بڑی بے ضابطگی یہ ہوئی کہ جب نتائج کا اعلان ہو رہا تھا اور نظر آ رہا تھا کہ مسلم لیگ ”ن“ پنجاب اور مرکز میں برتری حاصل کر رہی ہے مگر بیشتر پولنگ سٹیشنز کے نتائج ابھی آنے تھے، اس وقت مسلم لیگ ”ن“ کے سربراہ میاں نواز شریف نے اپنے گھر کی بالکونی سے میڈیا کے افراد اور اپنے کارکنوں سے خطاب کیا۔ اگرچہ یہ بہت اچھی گفتگو تھی، لیکن اس گفتگو سے تاثر یہ دیا گیا کہ جیسے وہ جیت چکے ہیں۔

باقاعدہ تفتیش کرائے۔ قانون میں اس حوالے سے رہنمائی موجود ہے۔ دوسری چیز یہ سامنے آئی ہے کہ بعض پولنگ سٹیشنز پر ووٹرز کی تعداد سے بھی زیادہ ووٹ کاسٹ ہوئے۔ اس کا الزام الیکشن کمیشن کے عمل پر آتا ہے۔ اس کی بھی باقاعدہ تحقیقات ہونی چاہئیں۔ بہر حال جس فریق کو شکایت ہے اسے چاہیے کہ وہ دھرنے دینے کی بجائے قانونی طریقہ کار اختیار کرے۔

**سوال:** ڈاکٹر صاحب، آپ نے بعض سیاسی جماعتوں کی طرف سے کی جانے والی اس بے قاعدگی کا ذکر کیا کہ ووٹرز کی تعداد سے زیادہ ووٹ کاسٹ ہو گئے۔ حالانکہ الیکشن کمیشن کے عمل کو ووٹرز کی تعداد کے مطابق بیلٹ پیپر جاری کیے جاتے ہیں، پھر یہ اضافی ووٹ کیسے کاسٹ ہوئے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ:** اس معاملے کی تحقیق پر بات واضح ہو جائے گی کہ یہ جعلی بیلٹ پیپر کہاں سے آئے۔ اب تک کی اطلاعات کے مطابق 40 حلقوں میں بے ضابطگیوں کی شکایت کی گئی ہے۔ الیکشن کمیشن کو چاہیے کہ ان بے قاعدگیوں کی تحقیقات کرائے اور جو ذمہ دار ہو اسے قانون کے مطابق سزا دے۔ مثلاً دھاندلی کا ذمہ دار اگر امیدوار ہو تو اسے نااہل قرار دے اور دوبارہ الیکشن کرایا جائے۔ اس کے علاوہ وہاں کے پولنگ سٹاف کو بھی جرم ثابت ہونے پر قانون کے مطابق سزا دی جائے کہ جو کچھ ہوا ان کی موجودگی میں ہوا۔ پولنگ سٹاف کی مدد کے بغیر اضافی جعلی ووٹوں اور نئے بیلٹ باکسز کی فراہمی ممکن نہیں۔ اس اقدام کا آئندہ الیکشن پر بھی اثر ہوگا اور پولنگ سٹاف اس میں ملوث ہونے سے بچے گا۔

**ایوب بیگ مرزا:** اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس میں یہ اضافہ کرنا چاہوں گا کہ پولنگ سٹاف کے پاس اضافی بیلٹ پیپر بھی ہوتے ہیں، کیونکہ بعض اوقات کچھ پیپر ضائع ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر خادم اعلیٰ صاحب کا ایک

**سوال:** پنجاب میں بعض حلقوں میں الیکشن ہارنے والی جماعتیں دھاندلی کا الزام لگا رہی ہیں۔ دوسری طرف کراچی میں واضح طور پر دھاندلی ہوئی ہے، جس کا اعتراف الیکشن کمیشن نے بھی کیا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ الیکشن 2013ء آزادانہ، شفاف منصفانہ تھے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ:** آزاد اور منصفانہ انتخابات ایک یوٹوپیا ہے، جس تک پہنچنا آسان نہیں۔ 1970ء کے انتخابات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ فری اینڈ فیئر الیکشن تھا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ 1970ء کے الیکشن جس فوجی حکمران نے کروائے اس کی نیت میں فتنہ تھا۔ لہذا فیئر الیکشن ہونے کے باوجود قوم کو مشرقی پاکستان کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑا۔ موجودہ انتخابات میں بھی چیف الیکشن کمشنر کا تقرر آئینی طریقے سے ہوا۔ اگرچہ وہ عمر رسیدہ ہیں لیکن ان کی دیانت مشہور ہے۔ انہوں نے اپنے طور پر الیکشن کو شفاف بنانے کی پوری کوشش کی۔ جہاں تک دھاندلی کا سوال ہے یہ ایک بہت بڑا اخلاقی و قانونی جرم ہے۔ البتہ دھاندلی (Rigging) کے مختلف لیول ہوتے ہیں۔ ایک الیکشن سے قبل دھاندلی ہوتی ہے۔ دوسرے ووٹ ڈالنے کے دوران اور تیسرے ووٹ کاسٹ ہو جانے کے بعد دھاندلی ہوتی ہے۔ اگر نیت ٹھیک نہ ہو تو یہ کام ووٹنگ سے بہت پہلے شروع کیا جاسکتا ہے۔ جب تک تمام سیاسی جماعتیں ضابطہ اخلاق کی پابندی پر متفق نہ ہوں، دھاندلی کی ان صورتوں پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ اس الیکشن میں اگرچہ ووٹنگ سے پہلے اور پولنگ کے دوران دھاندلی کے الزامات عائد کیے گئے لیکن اصل دھاندلی ووٹنگ ختم ہونے کے بعد ہوئی ہے۔ ان انتخابات میں مسلم لیگ ”ن“ کے علاوہ تقریباً تمام سیاسی جماعتوں نے یہ موقف اپنایا ہے کہ دھاندلی ہوئی ہے۔ ووٹ ڈالتے ہوئے یا گنتی کرتے ہوئے اگر کہیں بے ضابطگی ہوئی ہے تو الیکشن کمیشن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ



حیرت انگیز طور پر اس خطاب کے فوراً بعد تمام پولنگ سٹیشنز پر گنتی روک دی گئی۔ ایسا لگتا ہے کہ خارجی اور داخلی سطح پر دھاندلی ہوئی ہے۔ خارجی سطح پر تو عوام کے سامنے آکر کہا گیا کہ ہم آگے ہیں۔ داخلی سطح پر نادیہ ہاتھ کے حکم پر گنتی روک دی گئی اور کہا یہی جا رہا ہے کہ نواز شریف کی تقریر کے بعد ہی نتائج میں فرق آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ 1985ء سے 2013ء تک 28 سالوں میں سے صرف 8 سال ایسے رہے ہیں جب پنجاب میں شریف برادران کی حکومت نہیں رہی۔ لہذا ہو سکتا ہے پولنگ عملہ نے ان کی خوشنودی کے لیے ایسا کیا ہو، (واللہ اعلم)۔ مگر ان حکومت نے اگرچہ انتظامی مشینری کے تبادلے کیے تھے تاہم قصور کا کوئی پٹواری یا کوئی افسر اگر ملتان چلا جائے تو بھی پنجاب ہی میں رہے گا۔ ہو سکتا ہے انتظامیہ نے یہ کام کیا ہو۔ بہر حال یہ فیصلہ تو ثبوتوں کی روشنی میں ہی ہو سکے گا کہ دھاندلی ہوئی یا نہیں۔ لیکن بہت سے چینلز ایسی ویڈیوز دکھا رہے ہیں جن میں مبینہ دھاندلی کے مناظر موجود ہیں۔ دراصل اس کام میں صرف حکمرانوں یا شریف برادران کا قصور نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم بحیثیت قوم ایک بددیانت قوم ہیں۔ جیسا دودھ ہوتا ہے اس کی بالائی یا کریم بھی ویسی ہوتی ہے۔ ہمارے سیاستدان اگر بددیانتی کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم خود بددیانت ہیں۔ اگر ہم بحیثیت قوم بددیانتی کی روش سے توبہ کر لیں تو دھاندلی کی روک تھام ممکن ہے۔

**سوال:** الیکشن کے فوری بعد پر الطاف حسین نے یہ بیان دے کر قوم میں اضطراب و اشتعال پیدا کر دیا ہے کہ کسی کو ہمارا مینڈیٹ قبول نہیں تو کراچی کو پاکستان سے الگ کر دیا جائے۔ اس سے پہلے نواز شریف کو الیکشن جیتنے پر ان کے مبارکباد کے پیغام میں بھی تعصب جھلکتا ہے۔ اس پر آپ کیا تبصرہ کریں گے کہ اگر مولانا صوفی نیک محمد ملک میں شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کریں تو اس کے خلاف آپریشن راہ نجات شروع کر دیا جاتا ہے، جبکہ ایم کیو ایم کے سربراہ کے ملک توڑنے کے بیان پر بھی کوئی الیکشن نہیں لیا جاتا؟

**ایوب بیگ مرزا:** انفسوس کہ ہمارے ملک میں قانون صرف کمزور اور غریب کے خلاف ہی حرکت میں آتا ہے۔ حالانکہ قانون کو اندھا ہونا چاہیے۔ کراچی میں ایم کیو ایم کے زیر اثر 1988ء سے آج تک الیکشن نہیں سلیکشن ہوتا آیا ہے۔ وہاں تو یہ حال ہے کہ ایم کیو ایم کے امیدوار سو فیصد ووٹ لیتے رہے ہیں اور مخالف کو ملنے والے ووٹوں کی تعداد سینکڑوں میں ہوتی ہے۔ اس الیکشن میں ایم کیو ایم کو کراچی میں اپنے خلاف ردعمل نظر آیا ہے تو الطاف حسین نے لسانی تعصب کا سہارا لیا ہے اور میاں نواز شریف کو مبارکباد بھی اس

انداز میں دی ہے کہ یہ تعصب بھرپور انداز میں جھلک رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں پنجابیوں کی جماعت کو کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اس سے ان کا حبث باطن کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ اس کے علاوہ الطاف حسین نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر ہمارا مینڈیٹ قبول نہیں تو کراچی کو الگ کر دیا جائے۔ اگرچہ بعد میں وہ اپنے اس بیان سے منحرف ہو گئے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں قانون یکساں طور پر لاگو نہیں ہوتا۔ مثلاً صوفی محمد اگر نفاذ اسلام کی بات کہتے ہیں تو ان کے خلاف الیکشن لیا جاتا ہے اور آج تک پتہ نہیں کہ وہ کس کوٹھڑی میں قید ہیں۔ مگر الطاف حسین آئین کے خلاف باتیں کرے، ملک کو توڑنے کی باتیں کرے، لوگوں کو کھلے عام قتل کی دھمکیاں دے تو اس پر غداری اور اقدام قتل کا مقدمہ نہیں چلتا۔ لندن میں کچھ لوگوں نے ان بیانات پر الطاف حسین کے خلاف مظاہرہ کیا اور پاکستان سے تین ہزار شکایات لندن انتظامیہ کو موصول ہوئیں۔ چنانچہ لندن پولیس نے کہا ہے کہ ہم اپنے قانون کا جائزہ لے رہے ہیں کہ اگر کوئی برطانوی شہری یہاں بیٹھ کر دوسرے ملک میں اشتعال انگیزی اور قتل کی دھمکیوں کا مرتکب ہو تو کیا اس کے خلاف کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ برطانیہ میں قانون جاگ رہا ہے اور ہمارے ہاں سب سوئے ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں تو پیپلز پارٹی نے سندھ میں حکومت بنانے کے لیے ایم کیو ایم کو ساتھ ملانے کا فیصلہ کیا ہے جبکہ ہونا یہ چاہیے کہ تمام سیاسی قوتیں ایم کیو ایم کا محاسبہ کریں۔

**سوال:** جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ 25 سالوں سے کراچی میں الیکشن کی بجائے سلیکشن ہوتا رہا ہے۔ آپ یہ بتائیے کہ ہر حکومت ایم کیو ایم کے ہاتھوں بلیک میل کیوں ہوتی رہی ہے؟

**ایوب بیگ مرزا:** اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان کا نیٹ ورک بہت مضبوط ہے۔ ان کے کارکن بہت منظم ہیں۔ اس پر مستزاد وہ مسلح ہیں۔ لہذا اسلحہ کی بنیاد پر وہ اپنے مخالفین کو پھینپھین دیتے۔ حتیٰ کہ مخالفت کی صورت میں وہ اپنے آدمی کو بھی قتل کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ اس لحاظ سے یہ لوگ کراچی پر قابض ہیں اور انہوں نے کراچی کو ریغال بنایا ہوا ہے۔ جب تک ان سے قبضہ نہ چھڑایا جائے وہاں الیکشن نہیں سلیکشن ہوگا۔ اس فضا میں وہ سیٹیں لیتے رہیں گے اور حکومتیں ان کے ہاتھوں بلیک میل ہوتی رہیں گی۔

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ:** اس الیکشن میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سیاسی طور پر ایم کیو ایم کا سحر ٹوٹا ہے۔ تحریک

انصاف کے زیر اہتمام تین تلوار کے مقام پر جو مظاہرے ہو رہے ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ عوام ان کے سحر سے باہر نکل رہے ہیں۔ یہی اس مسئلے کا حقیقی حل ہے، ورنہ فوجی آپریشن ایسے مسائل کا حل نہیں ہوا کرتا۔ عوامی ردعمل کے نتیجے میں ایم کیو ایم کو بھی سوچنا پڑے گا کہ وہ اپنی حکمت عملی کو تبدیل کرے اور قومی سیاست کے دھارے میں معروف طریقے سے شامل ہو۔

**سوال:** ہمسایہ ممالک سے اچھے تعلقات رکھنا ہر حکومت کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن نواز شریف کا انڈیا کی طرف ضرورت سے زیادہ رجحان کیا معنی رکھتا ہے۔ منموہن سنگھ کو اپنی تقریب حلف برداری میں شرکت کی دعوت دینا کیوں ضروری تھا؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ:** میاں نواز شریف نے اپنے پچھلے دور حکومت میں بھارتی وزیر اعظم واجپائی کو لاہور مدعو کیا تھا اور لاہور ڈیپلکریٹیشن کے نام سے کچھ معاملات طے ہوئے تھے۔ اب بھی انہوں نے اپنے اسی طرز عمل کا اعادہ کیا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ وہ بھارت کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کا تعلق صنعت و تجارت کے شعبہ سے ہے لہذا وہ بھارت کے ساتھ باہمی تجارت کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنے کے خواہاں ہیں۔ اگر آج کے معروضی حالات کا جائزہ لیا جائے تو ہماری مغربی اور مشرقی سرحدیں مخدوش ہیں۔ دونوں سرحدوں پر ہماری فوج کی بڑی تعداد موجود ہے، لہذا اس ٹینشن کو کم کرنا ضروری ہے۔ دوسری طرف پڑوسی ملک سے اچھے تعلقات رکھنا ایک اچھی حکمت عملی کہلاتی ہے۔ تاہم بھارت کے ساتھ دوستی کی پیٹنگیں بڑھانے سے پہلے بنیادی تنازعات کا حل ضروری ہے۔ کشمیر کا مسئلہ ہے۔ سر کریم اور سیاچن کا مسئلہ ہے۔ بات چیت کے ذریعے پہلے ان کے حل کی صورت نکالنی چاہیے۔

**ایوب بیگ مرزا:** متوقع وزیر اعظم میاں نواز شریف کا جھکاؤ بھارت کی طرف ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ دو ایٹمی قوتوں کی آپس میں کشیدگی دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ دوستی کی آڑ میں ہم بھارت کی اطاعت قبول کر لیں۔ ہمیں اس معاملے میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ بھارت کے ساتھ تعاون، تجارت اور خارجی معاملات وغیرہ ایک حد تک ہونے چاہئیں۔ نواز شریف کے جھکاؤ کی وجہ غالباً یہ ہے کہ 1999ء میں جب فوج نے ان کی حکومت برطرف کی تو اس کے بعد انہوں نے یہی ظاہر کیا کہ بھارت کے ساتھ ہمارا حقیقی اور اصلی اختلاف نہیں ہے، جس کا مطلب یہ نکلا کہ دراصل ہماری فوج اپنا وجود قائم رکھنے اور بڑا بجٹ



حاصل کرنے کے لیے مخالفت کا ہوا کھڑا کیے ہوئے ہے۔ اپنے تئیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بھارت کے ساتھ دشمنی کے اس غیر حقیقی معاملے کو ختم کرنے کے لیے اس کے ساتھ آگے بڑھ کر معاملات طے کیے جائیں۔

**سوال:** کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میاں نواز شریف بھارت کے ساتھ کشمیر اور سیاحت جیسے تنازعات کے حل کے لیے کچھ نہیں کریں گے؟

**ایوب بیگ مرزا:** ایسا نہیں ہے بلکہ وہ اپنی حکمت عملی آگے بڑھاتے ہوئے یہ بھی کہتے رہیں گے کہ ان معاملات پر مذاکرات ہونے چاہئیں۔ مثال کے طور پر کشمیر کے حوالے سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کوئی مسئلہ راتوں رات طے نہیں ہو سکتا، لہذا اس پر مزید مذاکرات کی ضرورت ہے۔ حالانکہ 65 برسوں سے مذاکرات ہی ہو رہے ہیں، لیکن حل کوئی نہیں نکلتا۔ کیا یہ مذاکرات صدیوں تک چلیں گے؟

**سوال:** الیکشن 2013ء میں دینی جماعتوں کو زبردست ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے، اس ناکامی میں دینی جماعتوں کے لیے کیا سبق ہے؟

**ایوب بیگ مرزا:** الیکشن میں کامیابی کے حوالے سے دینی جماعتوں کا مستقبل بہت تاریک ہے۔ اس الیکشن میں بے یو آئی کی 10 سیٹیں میری توقع سے بہت زیادہ ہیں۔ جماعت اسلامی نے 1970ء میں بھی تین سیٹیں ہی لی تھیں۔ صوبہ خیبر پختونخوا میں جماعت اسلامی کی 7 سیٹیں میرے اندازے کے مطابق زیادہ ہیں۔ جماعت اسلامی نے 1951ء سے انتخابات میں حصہ لینا شروع کیا ہے۔ گویا 62 سالوں میں وہ ابھی تین سیٹوں تک پہنچے ہیں۔ ان کے مقابلے میں نئی جماعت تحریک انصاف نے خیبر پختونخوا میں 34 سیٹیں حاصل کی ہیں۔ پنجاب میں جماعت اسلامی صرف ایک صوبائی سیٹ حاصل کر سکی ہے۔ اس میں دینی جماعتوں بالخصوص جماعت اسلامی کے لیے سبق یہ ہے کہ ملک میں اسلام کے نفاذ کا یہ راستہ نہیں ہے۔ اگر انہیں انتخابات کا راستہ ہی اختیار کرنا ہے تو پھر انہیں وہ تمام غیر دینی وغیر اخلاقی ہتھکنڈے استعمال کرنا پڑیں گے جو دوسری سیکولر سیاسی جماعتیں استعمال کرتی ہیں اور یہ دینی جماعتوں کے لیے ممکن نہیں۔ لہذا انتخابات میں دینی جماعتوں کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہمالیہ کی جگہ پچاس سال بعد سمندر ہوگا، تو شاید ایسا ہو جائے، لیکن پچاس سال بعد بھی دینی جماعتوں کی انتخابات کے ذریعے کامیابی کا کوئی امکان نہیں۔

**سوال:** نواز شریف کی سربراہی میں بننے والی حکومت کی

ترجیحات کیا ہوں گی؟ کیا آپ ان سے اچھے انداز حکومت کی توقعات رکھتے ہیں؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ:** نواز شریف کو اپنی ترجیحات طے کرنا پڑیں گی۔ معیشت کی بحالی، دہشت گردی کا خاتمہ، امن و امان کا قیام، توانائی بحران کے علاوہ خارجہ امور جیسے مسائل پر انہیں سب سے پہلے توجہ دینا ہوگی۔ ان کی شہرت ایک اسلام پسند سیاسی جماعت کے حوالے سے تھی، لیکن اسلامائزیشن کے حوالے سے ان کی کیا حکمت عملی ہوگی اس بارے میں قبل از وقت کچھ کہنا مشکل ہے۔ اس وقت ملک و قوم کو جو مسائل درپیش ہیں اگر انہوں نے ان کی طرف توجہ نہ دی یا گڈ گورننس قائم نہ کر سکے تو نظر نہیں آتا کہ وہ اپنی مدت بھی پوری کر سکیں۔

**سوال:** نواز شریف نے کارگل پر تحقیقاتی کمیشن بنا کر اس کی رپورٹ منظر عام پر لانے کی بات کی ہے۔ کیا وہ ایسا کر پائیں گے؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ:** کارگل کا ایٹو حساس نوعیت کا معاملہ ہے۔ ایسے معاملات اگر حکومتوں اور قوموں کے ساتھ پیش آئیں تو ان کی تحقیق ہونی چاہیے۔ اس کے عواقب و نتائج کا تجزیہ ہونا چاہیے۔ لیکن اس وقت جبکہ ملک بحرانوں کا شکار ہے، ایسے مسائل فوری توجہ کے طالب نہیں۔ دوسرے یہ مسئلہ پرانا ہو چکا ہے اور اس کا نواز شریف کے پہلے دور حکومت سے تعلق ہے۔ نیز اس وقت کے بہت سے فوجی افسران ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ لہذا جب ملکی معاملات کے حوالے سے ترجیحات طے کی جائیں تو میرے خیال میں نواز شریف کی اولین ترجیح ایسے معاملات نہیں ہونے چاہئیں۔ یہ وقت اس کام کے لیے مناسب نہیں۔ تاہم یہ کام غیر ضروری نہیں بلکہ اس کی رپورٹ منظر عام پر لائی جائے اور ذمہ داروں کے خلاف کارروائی بھی کی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ اپنی اولین ترجیحات میں یہ معاملہ حل کرتے ہیں تو گویا ابتدا ہی سے ان کا رجحان فوج کو ناراض کرنے کا ہوگا۔ انہیں پہلے اپنی کریڈیٹبلٹی منوانی چاہیے۔ گڈ گورننس کے ذریعے اپنی حکومت کو مستحکم کرنا چاہیے۔ مستحکم اخلاقی پوزیشن کے بعد اس قسم کے معاملات پر ہاتھ ڈالنا چاہیے۔

**سوال:** نواز شریف کی عوامی خدمت کا لمٹس ٹیسٹ کیا ہوگا؟

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ:** اس کا لمٹس ٹیسٹ یہ ہوگا کہ عوام کے مسائل میں کمی آئے۔ عوام بجلی کے بحران، معیشت کی بد حالی اور امن و امان کے مسئلہ سے سخت پریشان ہیں۔ اگر ان مسائل کے حل کی طرف حقیقی معنوں

میں پیش رفت کی جائے تو (اگرچہ حل میں وقت لگے گا لیکن) عوام کو ابتدا ہی سے کچھ نہ کچھ ریلیف ملنا شروع ہو جائے گا۔ نواز شریف کو اخلاقی طور پر اپنی حیثیت مضبوط کرنا ہوگی۔ آزاد عدلیہ اور آزاد میڈیا کے اس نئے دور میں انہیں اپنے پرانے الزامات کے علی الرغم نیا ٹریینڈ دکھانا ہوگا کہ اپنی اس حکومت میں وہ سابقہ رجحانات نہیں رکھتے۔

**سوال:** میاں نواز شریف نے اپنے گزشتہ دور حکومت میں بانی تنظیم اسلامی سے بالمشافہ ملاقاتوں میں سود کے خاتمے اور ملک میں اسلام کے نفاذ کے لیے آئینی ترامیم لانے کا وعدہ کیا تھا جو بوجہ پورا نہیں ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ اقتدار سے نوازا ہے۔ کیا قوم ان سے ملک میں سود کے خاتمے اور اسلام کے نفاذ کی توقع رکھ سکتی ہے؟

**ایوب بیگ مرزا:** اس سوال کے جواب سے پہلے میں کہتا چلوں کہ نواز شریف کی گورننس بہت بہتر رہے گی۔ اس لیے کہ پیپلز پارٹی سے بری گورننس ہو ہی نہیں سکتی۔ اپنے سابقہ ادوار میں بھی وہ ان فیصلوں سے گریز کرتے رہے ہیں جن میں عوامی مخالفت کا سامنا ہوتا یا جو عوامی مشکلات کا باعث بن سکتے تھے۔ جہاں تک سود کے خاتمے کا تعلق ہے اپنے سابقہ دور حکومت میں نواز شریف اپنے دونوں بھائیوں اور والد کے ہمراہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے پاس تشریف لائے تھے اور ان حضرات نے وعدہ کیا تھا کہ ایک سے دو سال تک ہم سودی نظام ملک سے ختم کر دیں گے۔ حیرانی کی بات ہے کہ انہوں نے بعد ازاں سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف ایک بینک کے ذریعے اپیل دائر کر دی اور وہ معاملہ ایسا سرد خانے میں گیا کہ آج تک یہ مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ یہ باتیں گردش کر رہی ہیں کہ اس بار وہ خانہ کعبہ جا کر وعدہ کر چکے ہیں کہ ملک میں اسلام نافذ کریں گے، لیکن اپنی انتخابی مہم میں انہوں نے کہیں اسلام کا ذکر تک نہیں کیا۔ لہذا اس دور میں مجھے ان سے کوئی توقع نہیں کہ وہ اسلامائزیشن کے حوالے سے کوئی کام کریں گے۔ یہی بات ہمارے لیے پریشانی کا باعث ہے کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مملکت خداداد اسلام کے نام پر وجود میں آئی اور اگر اسلام یعنی نظریہ پاکستان کی عملی تعبیر کے لیے کوئی پیش رفت نہ ہوئی تو پاکستان کا استحکام ہی نہیں بقا بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ بہر حال ان کا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے ہے، اللہ کرے ان کا رجحان اسلام کی طرف ہو اور وہ یہ سمجھیں کہ پاکستان کی بقا اور خود ان کے اقتدار کا استحکام بھی اسلام سے وابستہ ہے۔ اگر ان کی کوششوں سے پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست بنے گا تو یقیناً ان کا اقتدار ان کی نسلوں تک منتقل ہو سکتا ہے۔ [مرتب: فرقان دانش]



اور کئی دوسرے اسلامی ممالک پر جارحیت کا مظاہرہ بھی دنیا اب تک دیکھ رہی ہے۔

ہولو کاسٹ اور نائن الیون کا سانحہ دونوں ڈرامے تھے۔ ان میں پہلے ڈرامے میں مسلمان کہیں بھی شامل نہیں تھے، مگر اپنے اوپر ہونے والے ظلم پر یہودیوں نے انتقام کا نشانہ مسلمانوں کو بنایا۔ دوسرے ڈرامے میں اگرچہ جزوی طور پر کچھ مسلمان کو استعمال کیا گیا مگر اس کے اصل ہدایت کار یہودی تھے۔ چنانچہ کچھ ہی عرصے بعد قرآن اور شواہد نے اس ڈرامے کی فحش کو کھول دی اور آج کل کی کئی تحقیقات کے مطابق یہ ڈراما اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد کا کار چایا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں امریکی سابق وزیر دفاع ڈونلڈ رامزفیلڈ کی اسرائیل کے متعلق بنائی رپورٹ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ حال ہی امریکی کانگریس کے رکن اور 2008ء کے صدارتی امیدوار رون پال نے کھل کر کہا ہے یہ سب کچھ موساد کا کیا دھرا ہے۔ نائن الیون کی سازش موساد نے امریکی یہودیوں کے ساتھ مل کر بنائی۔ اس میں مسلمانوں کا کوئی قصور نہیں تھا۔ انہیں بلاوجہ اس کی سزا دی گئی ہے۔ یہودیوں کے قتل عام (ہولو کاسٹ) کے ڈرامے کی حقیقت بھی اب دنیا جان چکی ہے۔ اس سلسلے میں لاس اینجلس کے ہولو کاسٹ سینٹر کے سائنس دان، ایک مورخ آر تھر بٹر امریکی ماہر فریڈ ہو (جسے بعد میں قتل کر دیا گیا) کی کتابوں میں ہولو کاسٹ کے جھوٹ کو دنیا کے سامنے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سینکڑوں اور کتابیں اس واقعہ کی دروغ گوئی کو بیان کرتی ہیں۔ محققین کے اعداد و شمار کے مطابق زیر عتاب علاقوں میں یہودیوں کی کل تعداد 30 لاکھ تھی تو پھر 60 لاکھ یہودی کیسے مارے گئے۔

اب ہم نے دیکھا ہے کہ جن دو بڑے جھوٹوں نے مسلمانوں کی تین نسلوں کی زندگیاں برباد کر ڈالیں، کیا مسلمانوں نے اس ظلم کے خلاف کسی رد عمل کا اظہار کیا ہے؟ اس سوال کا واضح جواب ”نہیں“ میں ہے، کیونکہ آج تک ان دونوں واقعات پر جتنی بھی تحقیقات ہوئیں وہ ساری تحقیقات غیر مسلموں نے کی ہے۔ مسلمانوں نے ان معاملوں میں دو طرفہ خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ ایک تو مسلمانوں نے ان واقعات و حقائق سے کبھی پردہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی اور دوسرا ان واقعات کے جواب میں ایک لمبی خاموشی خود پر طاری کیے (باقی صفحہ 12 پر)

## دو بڑے جھوٹ اور امت مسلمہ

طاہر آفاتی

میں مصر، شام اور اردن کے ساتھ جنگ ہوئی۔ 1969ء میں مسجد اقصیٰ کے ایک حصے کو آگ لگائی گئی۔ 1973ء میں بھی عرب اسرائیل جنگ ہوئی۔ 1982ء میں لبنان میں مقیم ہزاروں فلسطینیوں کا قتل عام کیا گیا۔ یہ سلسلہ 2006ء تک دراز رہا۔ 2006ء میں حماس کی کامیابی پر مشتمل ہو کر اسرائیل نے فلسطین پر حملہ کیا اور پارلیمنٹ کے نصف ممبروں کو اغوا کیا۔ پھر مشرق وسطیٰ کے خوبصورت ملک لبنان کو تخت و تاراج کر دیا گیا۔ ان تمام مظالم پر پوری عالمی برادری نہ صرف خاموش ہے بلکہ اسرائیل کے ساتھ عربوں پر ظلم ڈھانے میں برابر کی شریک رہی ہے۔

دوسرے جھوٹے افسانے کا آغاز 11 ستمبر 2001ء کو ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملوں سے ہوا۔ امریکی صدر اور انتظامیہ نے بغیر کسی تحقیق کے ان حملوں کا الزام القاعدہ پر لگا دیا، اور کچھ دنوں بعد تمام بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں اڑاتے ہوئے افغانستان پر یلغار کر دی، اور وہاں کی آبادی کو کلسٹر بموں اور دوسرے جدید ترین ہتھیاروں کو استعمال میں لا کر جلا کر بھسم کر دیا گیا۔ اس طرح افغانستان میں لاکھوں بے گناہ لوگوں کا قتل عام کیا گیا۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے واقعے کے باعث امریکہ دنیا کو دہشت گردوں سے پاک کرنے کا ٹھیکیدار بن گیا۔ وہ جہاں چاہتا ہے، جس ملک میں چاہتا ہے دہشت گردوں کا بہانہ بنا کر گھس جاتا ہے۔ اس نے دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے 2003ء میں عراق پر بے بنیاد حملہ کیا اور ساڑھے چھ لاکھ سے زیادہ عراقیوں کو ہلاک کیا۔ 2006ء کی اسرائیل اور لبنان کی جنگ میں اسرائیل کی کھل کر حمایت کی۔ 2004ء سے لے کر اب تک پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ڈرون حملوں کے ذریعے ہزاروں بے گناہ لوگوں کو نشانہ بنایا گیا۔ ایران پر اب تک حملے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور اسے اقتصادی پابندیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ یمن، سوڈان، لیبیا، مالی

دو بڑے جھوٹ ایسے ہیں کہ جنہوں نے خوفناک نتائج پیدا کئے، اور ان کے باعث دنیا قتل و غارت، دہشت گردی اور جنگوں کی بھٹی میں مسلسل جل رہی ہے۔ ان دونوں بڑے جھوٹوں کی اہم خاصیت یہ ہے کہ یہ دونوں جس جگہ پر بولے گئے، اُس سے ہزاروں میل دور ان کے نتائج حاصل کئے گئے اور اب تک کئے جا رہے ہیں۔

پہلا جھوٹ ہولو کاسٹ کا افسانہ ہے۔ اس کا آغاز 1935ء میں نوم برگ قوانین کے نفاذ کے بعد ہوا۔ اس افسانے کے لکھاریوں کے مطابق ہٹلر نے یہودیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ جنگ عظیم دوم کے اختتام تک 60 لاکھ سے زائد یہودیوں کو گیس چیمبر کے ذریعے قتل کیا گیا۔ یہودیوں نے اپنے اثر و رسوخ کے باعث بیشتر مغربی ممالک میں یہ قانون بنوایا ہے کہ جو کوئی بھی 60 لاکھ کی تعداد سے کم پر بات کرے گا اُسے یا تو قید ہوگی یا پھر موساد کے ایجنٹوں کے ہاتھوں موت اس کا مقدر ہوگی۔ ہم آج اس معاملے میں جدید دنیا کی جو آزادی اظہار کے بلند بانگ دعوے کرتی ہے، کامل بے بسی کو دیکھ چکے ہیں۔

یہودیوں کے قتل عام کا افسانہ اگرچہ یورپ کے ایک ملک جرمنی میں گھڑا گیا، لیکن اس کے نتائج یا پھر اس کا بدلہ یہودیوں نے ہزاروں میل دور فلسطین کے مسلمانوں سے لیا۔ لاکھوں مسلمانوں کو اُن کے گھروں سے نکال دیا گیا۔ ان پر ظلم و بہیمیت کے وہ مظاہرے کئے گئے کہ چنگیز خان اور ہلاکو خان کی روچھیں بھی اس پر کانپ اٹھی ہوں گی۔ 1948ء میں یہودیوں نے فلسطین کی سرزمین پر ناجائز قبضہ کر کے اسرائیلی ریاست قائم کی۔ اس خون آشام ریاست کے قائم ہوتے ہی پورا مشرق وسطیٰ آگ اور خون میں نہا گیا۔ مصر، شام، لبنان، عراق اور مشرقی اردن کے ساتھ جنگ شروع ہوئی، پھر ان جنگوں کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ 1956ء میں اسرائیل کی نہر سویز کے معاملے میں مصر کے ساتھ اور پھر 1967ء



## سلطان قطب الدین ایبک اور خاندانِ غلامان

فرقان دانش

وجہ سے لگان اراضی جو پہلے پیداوار کا پانچواں حصہ تھی، قطب الدین کے عہد میں دسواں حصہ مقرر کی گئی، جس سے رعایا خوش حال اور فارغ البال ہو گئی۔ ایک کا بیشتر وقت نوزائیدہ اسلامی سلطنت میں امن و امان قائم رکھنے میں گزرا۔ وہ عالموں کے قدردان تھے، اور ان کی فیاضی کی وجہ سے لوگ انہیں ”لکھ بخش“ کے نام سے پکارتے تھے۔

اس زمانے میں امراء میں چوگان کا کھیل بڑا مقبول تھا اور قطب الدین کو بھی چوگان کا بڑا شوق تھا۔ یہی شوق ان کی موت کا باعث ہوا۔ چنانچہ 1210ء میں لاہور میں چوگان کھیلتے ہوئے گرے اور اپنے گھوڑے کے نیچے دب گئے۔ گھوڑے کی زین کا پیش کوہہ سلطان کے سینے میں پیوست ہو گیا، اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ان کے جانشین سلطان شمس الدین التتمش نے 1217ء میں ایک عالی شان مقبرہ تعمیر کرایا، تاہم رنجیت سنگھ کے عہد میں اسے مسمار کر دیا گیا۔ برٹش دور میں لاہور میں آبادی کا اضافہ ہوا تو مقبرہ آبادی میں گھر گیا۔ پاکستان بننے کے بعد محکمہ آثار قدیمہ نے قبر سے متصل تمام مکانات کو خرید کر قبر کے احاطہ کو واگزار کرایا اور مقبرہ کی دوبارہ تعمیر شروع ہوئی۔ انارکلی بازار سے میوہ ہسپتال کی طرف جانے والی گلی میں یہ مقبرہ مرجعِ خلائق ہے۔ سلطان قطب الدین کو علوم و فنون کے علاوہ فن تعمیر سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ 1193ء میں دہلی کی فتح کی یادگار میں مسجد قوت الاسلام تعمیر کرائی نیز 238 فٹ بلند قطب مینار کی بنیاد رکھی جو بعد میں سلطان التتمش نے مکمل کروایا۔

التتمش (1211ء تا 1236ء)

ایک کے بعد ان کے ایک غلام التتمش تخت نشین ہوئے۔ التتمش نے تقریباً 26 سال حکومت کی۔ ان کے عہد میں چنگیز خاں نے وسط ایشیا اور ایران پر حملہ کیا، لیکن یہ وحشی منگول دریائے سندھ کو پار کر کے شمالی ہند پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے، کیونکہ التتمش نے یہاں ایک مضبوط حکومت قائم کر رکھی تھی۔ جس طرح قطب الدین ایک ہندوستان کی اسلامی حکومت کے پہلے حکمران ہیں، اسی طرح التتمش کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے ابتدا ہی میں اس نئی اسلامی سلطنت کی بنیادیں مضبوط کر لیں۔

التتمش بہت نیک بادشاہ تھے۔ علم و ادب کی بھی سرپرستی کرتے تھے۔ انصاف کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ انہوں نے حکم دے رکھا تھا کہ مظلوم پیلے رنگ کے کپڑے پہنا کریں، تاکہ وہ ان کو دیکھ کر پہچان لے۔ اپنے محل کے

الدين ايک کو اپنا نائب سلطنت مقرر کیا اور برصغیر میں مزید فتوحات پر مامور کر کے خود غزنی واپس چلے گئے۔ سلطان محمد غوری نے دہلی اور اجمیر فتح کر کے قطب الدین کو ان کا گورنر مقرر کیا۔ قطب الدین ایبک نے اپنی وفاداری اور سپہ گری کا ایسا ثبوت دیا کہ سلطان نے انہیں فرزند بنا کر فرمان فرزندگی اور سفید ہاتھی عطا کیا۔ 1192ء اور 1194ء کے درمیان قطب الدین نے ہانسی، میرٹھ، بلند شہر، دہلی، کوئل (علی گڑھ) قنوج اور بنارس فتح کیے اور متعدد سرکش راجاؤں پر قابو پایا۔ 1196ء اور 1197ء میں گجرات، انہلو اڑھ اور تھمبور کے اہم قلعوں پر قبضہ کر کے 1202ء تک شمالی ہندوستان کے فاتح کی حیثیت اختیار کی۔ جب سلطان غوری 15 مارچ 1206ء جہلم کے قریب، لگھڑوں کے ہاتھوں مارا گیا تو ایبک نے جون 1206ء کو لاہور میں اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔

سلاطین دہلی کے لیے وسط ایشیا کی طرف سے ہر وقت خطرہ رہا کرتا تھا۔ چنانچہ تاج الدین یلدوز، قطب الدین سے شکست کھانے کے باوجود خطرہ بنا رہا۔ اس سے تعلقات استوار کرنے کی خاطر قطب الدین نے تاج الدین یلدوز کی بیٹی سے شادی کر لی نیز اپنی ایک بیٹی کی شادی ناصر الدین قباچہ حاکم ملتان و سندھ سے کر دی اور دوسری بیٹی شمس الدین سے بیاہ دی۔ ان رشتوں کی وجہ سے قطب الدین ایبک کی سلطنت بہت مستحکم ہو گئی، لیکن قدرت نے انہیں نظام حکومت کے میدان میں تنظیمی قابلیت اور فہم و فراست کے جوہر دکھانے کا موقع نہ دیا۔ قطب الدین کا نظام حکومت فوجی نوعیت کا تھا۔ اہم صوبوں اور شہروں میں فوج متعین تھی۔ انتظام و انصرام کے لیے عموماً فوجی افسر مقرر ہوتے تھے۔ عدل و انصاف کے لیے ہر صوبہ میں قاضی مقرر تھے۔ جرائم کی سزائیں سخت تھیں۔ اس لیے ان کے عہد میں مکمل امن و امان رہا۔ احکام شریعت کے پابند ہونے کی

جس زمانے میں مصر و شام میں مملوکوں کی حکومت قائم ہوئی، اس سے تقریباً پچاس سال پہلے شمالی ہند (موجودہ پاکستان) میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ مصری حکومت کی طرح یہ حکومت بھی غلاموں کی تھی۔ اس حکومت کے بانی شہاب الدین غوری کے ایک غلام قطب الدین ایبک تھے۔ مصر کی طرح دہلی کے غلام بادشاہ بھی نسلاً ترک تھے۔

قطب الدین ایبک (1206ء تا 1210ء)

قطب الدین ایبک ہندوستان میں ایک مستقل سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ برصغیر پاک و ہند کے پہلے فرمانروا نسلاً ترک تھے۔ بچپن میں حاکم نیشاپور قاضی فخر الدین عبدالعزیز کوئی نے انہیں خرید اور ان کے زیر سایہ قطب الدین نے تعلیم و تربیت کے علاوہ شہسواری اور تیراندازی کی تربیت حاصل کی۔ شکل و صورت قبیح ہونے کے علاوہ ایک اُننگی بھی ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس لیے لوگ اس کو ایک شل (خستہ انگشت) کہتے تھے۔ قاضی فخر الدین کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں نے قطب الدین کو فروخت کر دیا۔ اس موقع پر سلطان غوری نے بہت سے غلام خریدے تو ایبک کو بد صورتی کی وجہ سے نہیں خریدا۔ ایبک نے اس پر سلطان سے کہا کہ آپ نے جہاں بہت سے غلام اپنے لیے خریدے ہیں، وہاں مجھ کو خدا کے لیے خرید لیجیے۔ سلطان اس جواب سے بہت خوش ہوا اور قطب الدین ایبک کو بھی خرید لیا۔

شہاب الدین محمد غوری کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ وہ اپنے ترکی غلاموں کو اولاد کی طرح پالتے اور انہیں تعلیم و تربیت سے بہرہ ور کرتے، اور جو صاحب کمال نظر آتے انہیں اہم منصب پر فائز کرتے۔ قطب الدین ایبک نے کئی مہموں میں اپنی بہادری اور دلیری کے جوہر دکھائے۔ چنانچہ ترائن کی دوسری جنگ (1192ء) میں پرتھوی راج چوہان کی شکست کے بعد سلطان نے قطب



باہر دروازے پر گھنٹیاں لٹکا رکھی تھیں تاکہ مظلوم ان کو بجا کر بادشاہ کی توجہ مبذول کرا سکیں۔ وہ خدا ترس، قابل اور بیدار مغز بادشاہ تھے۔ روزے، نماز کے پابند تھے۔ بغداد کے عباسی خلیفہ سے ہندوستان کی بادشاہت کا خطاب حاصل کیا۔ جب وہ 1236ء میں فوت ہوئے تو تقریباً سارا شمالی ہندوستان اُن کے قبضے میں تھا۔

**رضیہ سلطانہ (1236ء تا 1240ء)**

سلطان التمش کے انیس لڑکے تھے، لیکن وہ صرف اپنی بیٹی رضیہ سے خوش تھے اور کہا کرتے تھے کہ مرد صرف رضیہ ہے، لیکن اسلام میں چونکہ عورت کی ذمہ داری گھر گرہستی ہے اور حکومت کی ذمہ داری مردوں پر ڈالی گئی ہے، اس لیے امراء نے عورت کی حکمرانی کو منظور نہیں کیا اور اس کے خلاف ہو گئے۔ خود اس کے بھائی اس کے مقابلے پر آ گئے اور وہ ایک لڑائی میں ماری گئی۔ رضیہ کے عہد میں قرامطہ نے دہلی پر یورش کی، لیکن کشت و خون کے بعد شاہی فوج اور مسلمانانِ دہلی نے انہیں مار بھگا یا۔

**ناصر الدین محمود (1246ء تا 1266ء)**

رضیہ سلطانہ کے بعد چھ سال تک اُس کے بھائیوں کے درمیان اقتدار کے لیے لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر کار امراء نے اس کے بھائی ناصر الدین محمود کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا۔ وہ ایک درویش صفت بادشاہ تھے۔ سرکاری خزانے کو ہاتھ نہ لگاتے اور قرآن شریف لکھ کر روزی کھاتے۔ سلطنت کا نظم و نسق انہوں نے التمش کے ایک غلام غیاث الدین بلبن (جو ناصر کا خسر بھی تھا) کے سپرد کر رکھا تھا۔ بلبن پنجاب کا صوبیدار رہ چکا تھا۔ اسے اپنا وزیر اعظم بنا کر سلطنت کا سارا انتظام اس کے سپرد کر دیا۔ ناصر الدین کی زندگی اولیاء و صلحاء کے نمونے پر تھی۔ انتظام سلطنت بلبن کے سپرد کر کے اسے کہہ رکھا تھا کہ میں نے تمہیں تمام اختیار دے دیئے ہیں۔ تم ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرنا جس سے کل کو اللہ کے حضور میں تمہیں اور مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے۔ وہ خود اپنا اکثر وقت حجرے کے اندر عبادت اور تلاوتِ قرآن حکیم میں صرف کرتے اور مشہور ہے کہ دربار عام کے وقت وہ شاہی لباس زیب تن کر لیتے تھے، اور اس کے بعد خلوت میں جا کر بھٹے پرانے کپڑے پہنے رہتے۔ اپنا گزارا وہ کلام مجید نقل کر کے کرتے تھے اور اس امر کی بھی بڑی احتیاط کرتے کہ اُن کے لکھے ہوئے نسخے معمولی نرخ پر فروخت ہوں اور کسی کو یہ پتہ نہ چلے کہ وہ بادشاہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔

**غیاث الدین بلبن (1266ء تا 1286ء)**

خاندانِ غلاماں کے سب سے مشہور اور با عظمت حکمران ہوئے۔ وہ التمش کے غلام تھے۔ بادشاہ بننے سے پہلے شراب نوشی کی عادت تھی، لیکن بادشاہ بننے کے بعد شراب سے توبہ کر لی۔ نماز کے ایسے پابند ہوئے کہ تہجد تک کی نماز قضا نہیں کرتے تھے۔ وہ علماء اور نیک لوگوں کی صحبت میں رہنے لگے۔

بلبن کے عہد میں ایران اور وسط ایشیا میں منگولوں کا زور بڑھ گیا تھا۔ 1258ء میں بغداد کو تباہ کرنے کے بعد وہ مغرب میں شام اور مصر پر اور مشرق میں شمالی ہند پر مسلسل حملے کرنے لگے۔ بلبن نے ان حملوں کو روکنے کے لیے ایک طاقتور فوج تیار کی اور اس فوج کی مدد سے منگولوں کو بار بار شکست دی۔ ملتان کے گورنر شیر خاں اور اس کے اپنے بیٹے محمد سلطان نے منگولوں کے حملے پسپا کرنے میں بڑا نام پیدا کیا۔ جس طرح مصر کے مملوک (غلام) حکمرانوں نے منگولوں سے مصر کو تباہ ہونے سے بچایا، اُسی طرح دہلی کے غلام بادشاہوں نے اور خصوصاً بلبن نے ہندوستان کو تباہ ہونے سے بچایا۔ بلبن کے زمانے میں اُن اسلامی ملکوں سے، جن پر منگولوں نے قبضہ کر لیا تھا، ہزاروں کی تعداد میں بادشاہوں نے دہلی آ کر پناہ لی۔ صرف اُن کے دربار میں پندرہ بادشاہ اور شہزادے پناہ گزین تھے۔

بلبن بادشاہ اور حکومت کے بارے میں واضح تصورات رکھتے تھے۔ حسب نسب اور شریعت و سیاست سے متعلق اُن کے بعض نظریات پر اعتراض کیے گئے ہیں، لیکن بحیثیت مجموعی بلبن شریعت کی بالادستی کے قائل تھے۔ ایک بادشاہ کے لیے رعایا کا اعتماد حاصل کرنا اُن کی نظر میں بہت ضروری تھا۔ چنانچہ وہ رعایا کے حالات سے باخبر رہتے اور اپنے عہدے داروں پر کڑی نگاہ رکھتے تھے اور ان کا سخت احتساب کرتے تھے۔ وہ جنوبی ہند کی طرف اپنی مملکت کو آسانی سے وسعت دے سکتے تھے، لیکن اُن کا کہنا تھا کہ دوسروں کے ملک پر قبضہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنی مملکت کو مضبوط و مستحکم بنایا جائے اور بادشاہ کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا جائے۔ اُنہوں نے امراء کے درمیان پھیلی ہوئی شراب خوری، جوئے بازی اور دوسری بڑی عادتوں کا قلع قمع کیا۔ بلبن مصر کے سلطان سمیرس اور مراکش کے یعقوب مرینی کے ہم عصر تھے۔ وہ اپنی قابلیت، رعایا پروری اور عدل و انصاف میں ان سے کسی سے کم نہیں تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تینوں مسلم حکمران اس

زمانے میں دنیا کے سب سے بڑے حکمران تھے۔ بلبن کا سب سے بڑا لڑکا محمد سلطان منگولوں کے مقابلے میں شہید ہو چکا تھا اور دوسرا لڑکا بغرا خان بلبن کے انتقال کے وقت بنگال کا حاکم تھا، اس لیے بلبن کے بعد اس کا سترہ سالہ لڑکا کیتباد دہلی میں اس کا جانشین ہوا، لیکن کیتباد باپ کے نقش قدم پر نہیں چل سکا اور جلد ہی عیش و عشرت میں پڑ گیا۔ جب ملک کے حالات بگڑنے لگے تو پنجاب کے گورنر جلال الدین فیروز خلجی نے تخت دہلی پر قبضہ کر کے خاندانِ خلجی کی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

**بقیہ: دو بڑے جھوٹ اور امت مسلمہ**

رکھی ہے اور اپنے برادر ملکوں کو تباہ و برباد ہوتے ہوئے دیکھا ہے اور اپنی باری کا انتظار کیا۔ مسلمانوں کی موجودہ دور میں حالت حدیث کے مطابق اس دسترخواں کی طرح ہے کہ جس پر کفار ایک دوسرے کو دعوت دے رہے ہیں۔ لیکن اب تباہی، بربادی اور بے حسی حد سے بڑھ گئی ہے۔ اب خواب غفلت سے مسلمانوں کے جاگنے کا وقت ہے۔ مشرق وسطیٰ عرب بہار کے بعد عرب مسلمان جاگ رہا ہے۔ 2006ء میں اسرائیل کے خلاف فتح نے مسلمان ممالک میں ایک جھرجھری کی سی ہی کیفیت پیدا کی ہے کہ ایک چھوٹے سے ملک کی ایک چھوٹی سی تنظیم حزب اللہ نے اسرائیل جیسی طاقت (جس کی پشت پناہی امریکہ سمیت برطانیہ اور فرانس کر رہے تھے) کو ذلت آمیز شکست سے دو چار کیا۔ حزب اللہ کی فتح نے اسلامی ممالک کو یہ واضح پیغام دیا کہ صرف اللہ کا خوف دل میں پیدا کر لینے سے اور کامل ایمان کی بدولت اسرائیل اور امریکہ کی طاقت اور غرور کو خاک میں ملایا جا سکتا ہے۔ لہذا اب آہستہ آہستہ مسلمان بیدار ہو رہے ہیں اور دنیا میں اپنی شناخت کے لئے سرگرداں ہیں اور دنیا کے ظالموں کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ اب دنیا پر اسلام کے نظام عدل ہی کی حکمرانی ہوگی۔ تمہارا ظالمانہ سرمایہ دارانہ استحصالی نظام نہیں چلے گا۔

**احیاء السنن اور سیری  
کا خالص شہد**

**فری ہوم ڈلیوری**

0322-4371473



## ابو! یہ بابا جی کون تھے؟

### حسانت محمود

آگ اور خون کا دریا پار کر کے مملکت خداداد میں آئے۔ ڈاکٹری کی تعلیم کے دوران ہی مولانا مودودی کے افکار، جمعیت اور جماعت سے رابطہ قائم ہوا اور جمعیت کے صدر منتخب ہوئے۔ تعلیم مکمل کر کے جماعت اسلامی کا حصہ بنے، اور کچھ ہی عرصہ بعد اصولی اختلافات کی بنیاد پر جماعت کو خیر باد کہہ دیا۔ جب حج پر گئے تو اللہ سے وعدہ کیا کہ آخری دم تک تیری دی ہوئی زندگی، تیرے دین کی سر بلندی کے لئے لٹا دوں گا، اور پھر۔

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے کہیں ممکن ہے کہ ساتی نہ رہے، جام رہے؟ کی عملی تفسیر بن کر، تادم مرگ اللہ کے گھر میں کھڑے ہو کر کیے ہوئے وعدے کو نبھایا۔ میرے لئے بابا جی ایک محسن کی حیثیت رکھتے ہیں، ہدایت دینے والی ذات تو صرف اللہ کی ہے، مگر میرے لئے اس ہدایت کا ذریعہ ڈاکٹر صاحب بنے۔ آج انھیں پچھڑے تین سال ہو گئے ہیں مگر ان کی آواز آج بھی دلوں کو سکون دیتی ہے۔ علامہ اقبال نے شاید انہی جیسے لوگوں کے لئے فرمایا تھا کہ۔

جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں  
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے  
گو بابا جی آج ہم میں نہیں، مگر ان کی تعلیمات و افکار مجھ جیسے ہزاروں دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ وہ ہماری دعاؤں میں شامل رہیں گے۔ دکھ صرف اتنا ہے کہ ان کے بعد پیدا ہونے والا خلا شاید ہی کبھی پر ہو۔ گویا۔

اب یونہی ڈھونڈتا ہوں ہواؤں میں اُس کا عکس  
اک شخص آس پاس تھا جانے کدھر گیا  
اس کے طفیل مجھ میں بہت روشنی ہے اب  
آنکھوں کا آسمان جو تاروں سے بھر گیا

دوسرے کمرے میں جا کر دیکھا تو سامنے بیٹھے حضرت کی مذہبی شکل دیکھ کر دلبرداشتہ اپنے کمرے میں واپس آ گیا، مگر کان تھے کہ اس آواز سے ہٹتے ہی نہیں تھے۔ آخر کار دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ابو سے پوچھا: ابو، یہ بابا جی کون تھے؟ کون سے بابا، بیٹا؟ وہی جو اس پروگرام میں گفتگو کر رہے تھے۔ بولے وہ بابا جی ڈاکٹر اسرار احمد تھے۔ ڈاکٹر؟ میں نے حیرت سے پوچھا۔ تمہیں اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے نام سن کے؟..... ابو نے سوالیہ نظروں سے مجھے مخاطب کیا۔ نہیں وہ، وہ میں سوچ رہا تھا کہ ایک ڈاکٹر اور اس کا حلیہ مولوی جیسا، کچھ سمجھ نہیں آئی، جدید سائنس پڑھ کر بھی کوئی مذہبی ہو سکتا ہے؟ خیر انٹرنیٹ پر بابا جی کا نام لکھ کر سرچ کیا تو ویڈیوز کی ایک قطار سامنے آئی۔ آہستہ آہستہ سننا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ دل کو سکون ملنے لگا، جن سوالوں کا جواب کبھی نہیں ملا تھا، وہ ذہن سے نکلنے لگے۔ جو عقدے عقل سلجھا سلجھا کر ہار مان چکی تھی، وہ کھلنے لگے۔ بابا جی کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ وہ پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے انڈیا میں پیدا ہوئے۔ ملک بنا تو

انسان اپنی زندگی کی شروعات سے اختتام تک بہت سے سوال پوچھتا ہے، کبھی والدین سے، کبھی اساتذہ سے، تو کبھی کسی دوست سے۔ کچھ سوالوں کے جواب انسان کی زندگی، انداز فکر، طرز عمل سب کچھ یکسر بدل دیتے ہیں۔ ایسا ہی ایک سوال میں نے اپنے ابو سے پوچھا تھا۔ یہ غالباً 2006ء کی بات ہے۔ میں اس وقت کوئی سولہ سال کا تھا اور 3 سال سے اٹلی میں مقیم تھا، اور ”نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی“ کے مصداق دماغ پہلے ہی مغرب کی ترقی اور خوشحالی کا قائل ہو چکا تھا، مگر دل میں جو تھوڑا بہت ایمان بچا تھا، سکول کی تعلیم نے اس کے تابوت میں بھی آخری کیل ٹھونک دی تھی۔ مذہب سے صرف اتنا تعلق تھا کہ نام مسلمانوں والا تھا، کبھی گھر والوں کے کہنے پر عید یا جمعہ کی نماز بھی ادا کر لیتا تھا مگر دل و دماغ شکوک و شبہات سے پُر تھے۔ کبھی اللہ کے دین کے متعلق طرح طرح کے وسوسے ذہن میں آتے تو کبھی خود وجود باری تعالیٰ ایک سوالیہ نشان بن جاتا۔ الغرض رفتہ رفتہ مذہب، اور مذہبی لوگوں کی قدر تو دور کی، بات، ان کی باتیں بھی بس ہوا میں تیر لگنے لگیں تھیں۔ گویا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ

میری بے سمی تھی، میں تھا، کوئی نہ تھا  
اک بگولہ ہم سفر تھا، نقش پا کوئی نہ تھا  
عادتا سلجھا رہا تھا گتھیاں کل رات میں  
دل پریشاں تھا بہت اور مسئلہ کوئی نہ تھا  
جتنے خضر راہ تھے خاموش تھے، مایوس تھے  
منزلیں بکھری پڑی تھیں راستہ کوئی نہ تھا  
یہ ایک رات کا واقعہ ہے۔ میرے گھر میں ٹی وی پر اکثر مذہبی پروگرام ہی چلتے تھے۔ اس لئے میں پڑھائی کا بہانہ بنا کر دوسرے کمرے میں بیٹھا رہتا تھا۔ اس رات کچھ ایسا ہوا جس نے میری زندگی کو ایک نئی جہت دی۔ اس رات کسی پروگرام میں چند آدمی گفتگو کر رہے تھے۔ باتیں سن کر کچھ اشتیاق ہوا تو ایک منٹ کے لئے

### مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

## قرآن فہمی کورس پھر سوئے حرم لے چل

ان شاء اللہ

7 جون تا 30 جون 2013ء

اپنی فرصت کے مطابق نام رجسٹرڈ کرائیں

اہل ثروت حضرات سے عطیات کا خیر مقدم کیا جاتا ہے

قرآن اکیڈمی ط  
لالہ زار کالونی نمبر 2  
ٹوبہ روڈ جھنگ

047-7630861-63 0336-6778561  
hikmatbaalgha@yahoo.com

جس میں ترجیاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہو سکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کر سکیں۔

☆ قیام و طعام اکیڈمی کے ذمہ ہوگا۔

☆ تعلیمی ٹائم ٹیبل اور قواعد و ضوابط کی پابندی ضروری ہوگی

☆ خوبصورت لیکچر ہال، مسجد، لائبریری اور دیگر ضروریات

ایک ہی چھت کے نیچے

☆ پرسکون اور پاکیزہ ماحول



## مرکز گوجرانوالہ میں امیر محترم کا خطاب عام

امیر حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن جناب شاہد رضا نے معاونین کے اجلاس میں یہ تجویز پیش کی کہ موجودہ حالات میں جبکہ انتخابات کی آمد آمد ہے اور نفاذ اسلام کی داعی دینی جماعتوں کے اندر بھی اس حوالے سے ایک ہلچل نظر آرہی ہے، کیوں نہ عوام الناس کو اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ اسلام کا قیام الیکشن کے راستے سے نہیں ہو سکتا، نفاذ اسلام کے لیے سیرت مطہرہ سے ماخوذ انقلابی چیلنج کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے، اور اس مقصد کے لیے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا خطاب عام رکھا جائے۔ اُن کی اس تجویز کی سب نے تائید کی۔ چنانچہ ”نفاذ اسلام کا انقلابی طریق“ کے عنوان سے امیر تنظیم کے خطاب عام کا پروگرام رکھا گیا، اور اس کے لیے 20 اپریل بعد نماز مغرب کا وقت طے کیا گیا۔ مقامی سطح پر اس پروگرام کی بھرپور تشہیر کی گئی۔ عوام کو کیبل نیٹ ورک، بینرز، دعوت ناموں اور پینڈبل وغیرہ کے ذریعے پروگرام کی اطلاع دی گئی۔ اس کے علاوہ رفقاء نے انفرادی رابطوں میں بھی سرگرمی دکھائی۔ 20 اپریل کو امیر تنظیم اسلامی نماز مغرب سے تھوڑا پہلے مرکز تنظیم اسلامی گوجرانوالہ پہنچ گئے، جہاں پر بڑی تعداد میں رفقاء و احباب اُن کے منتظر تھے۔ حاضرین نے امیر محترم کی اقتدا میں نماز مغرب ادا کی۔ نماز کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعد ازاں سٹیج سیکرٹری شاہد رضا نے امیر تنظیم اسلامی کو خطاب کی دعوت دی۔ امیر محترم نے موضوع پر تفصیل سے گفتگو فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ تبدیلی یا انقلاب کبھی انتخابات کے راستے نہیں آسکتا۔ انتخابات سے محض چہرے بدلتے ہیں، نظام جوں کا توں برقرار رہتا ہے۔ ہمارا 65 سالہ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ الیکشن کے ذریعے ملک میں اسلام کبھی نہیں آسکتا۔ انقلابات عالم کی تاریخ بھی ہمیں یہی بتاتی ہیں۔ امیر محترم نے کہا کہ اگرچہ انتخابات کے ذریعے مصر اور ترکی میں اسلام پسند جماعتیں برسر اقتدار آگئیں، لیکن ابھی تک وہ لوگ اسلامی نظام کے لیے عملاً کچھ نہیں کر سکے۔ اس کے بعد انہوں نے منج انقلاب نبویؐ پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس پروگرام میں تقریباً تین سو افراد نے شرکت کی۔ پروگرام کے اختتام پر حاضرین کے لیے تواضع کا اہتمام کیا گیا اور انہیں بانی تنظیم اسلامی کے دو کتابچے، ”رسول انقلاب کا طریق انقلاب“ اور سچا امتی کون“ تحفہ دیئے گئے۔ اللہ سے دعا ہے کہ پروگرام کے انعقاد میں جن رفقاء و احباب نے کسی بھی انداز سے حصہ ڈالا، انہیں اس کا اجر عطا فرمائے۔ (آمین) (مرتب: حافظ عاصم قاسمی)

## مقامی تنظیم باجوڑ چارکی دعوتی سرگرمیاں

کچھ عرصہ پہلے مقامی تنظیم باجوڑ جانے باجوڑ کے مضافات میں ایک دعوتی مہم چلائی۔ اس مہم میں مقامی تنظیم ماموند کے امیر حضرت نبی محسن کے ہمراہ راقم کو دعوت کا موقع ملا۔ اس مہم کا آغاز توحید آباد میں بیان سے ہوا۔ نبی محسن نے جامع مسجد توحید آباد (ارنگ) میں قرآن مجید کے حقوق پر آدھا گھنٹہ بات کی۔ اس کے بعد ہمارے ایک حبیب نعیم صاحب جو سکول ٹیچر ہیں، کے حجرے میں تفہیم دین پروگرام ہوا۔ اس پروگرام میں دین اور فرائض دینی کا جامع تصور پر نبی محسن نے بھرپور انداز میں گفتگو کی، جبکہ راقم نے منج انقلاب نبویؐ پر اظہار خیال کیا۔ آخر میں سوال جواب کی نشست ہوئی۔ اس نشست میں 37 افراد شریک ہوئے اور انہوں نے تنظیمی فکر کو دلجمعی سے سنا اور سراہا۔ اس کے علاوہ جامع مسجد دامان شاہ اور مسلم پبلک سکول زیارت (ارنگ) میں بھی نبی محسن نے فرائض دینی اور دین کے جامع تصور کو شرکاء کے سامنے واضح کیا۔ جبکہ ایک حبیب شریف گل کے حجرہ اور علامہ اقبال پبلک سکول زیارت (ارنگ) میں راقم نے دین اور فرائض دینی کا جامع تصور بیان کیا۔ بعد میں مسجد دامان شاہ میں راقم الحروف نے درس قرآن بھی دیا۔ الحمد للہ یہ مہم کافی کامیاب رہی۔ جتنے بھی لوگوں سے گفتگو ہوئی سب پڑھے لکھے تھے۔ بعد ازاں ان کو لٹریچر بھی دیا گیا۔ لوگوں نے تنظیمی فکر کو پسند کیا اور اُس میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ اُمید ہے کہ ان شاء اللہ یہ دورہ کافی اثر دکھائے گا۔ (مرتب: محمد نعیم)

## مقامی تنظیم ملتان شہر کا مشترکہ شب بیداری پروگرام

حلقہ جنوبی پنجاب کی مقامی تنظیم ملتان شہر کا مشترکہ شب بیداری پروگرام 18 اور 19 مئی کی درمیانی شب الہدیٰ مسجد شاہ رکن عالم کالونی میں ہوا۔ پروگرام کی میزبانی تنظیم اسلامی نیو ملتان کے حصے میں آئی۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب ہوا۔ محمد سلیم اختر امیر تنظیم اسلامی ملتان کینٹ نے منج انقلاب نبویؐ کے موضوع پر مفصل خطاب کیا۔ اس کے بعد امیر حلقہ محمد طاہر خان خاکوانی نے ”جمہوری سیاست بمقابلہ انقلابی سیاست“ کے موضوع پر گفتگو کی۔ نماز عشاء کے بعد تنظیم اسلامی ملتان شمالی کے معتمد مرزا قمر رئیس بیگ نے علامہ اقبال کی شہرہ آفاق نظم ”ابلیس کی مجلس شوریٰ“ اپنے مخصوص جذباتی انداز میں سنائی۔ پروگرام کے آخر میں ممتاز آباد تنظیم کے امیر شہزاد حسین نے ایک دعایا دکرائی، اور دعا کی اہمیت پر گفتگو کی۔ اس کے بعد شرکاء نے کھانا کھایا۔ پروگرام میں شرکاء کی تعداد 250 کے لگ بھگ تھی۔ تنظیم نیو ملتان اور ممتاز آباد کے رفقاء نے رات کا قیام مسجد میں کیا۔

الحمد للہ اس پروگرام میں ملتان کی پانچوں تنظیموں کے رفقاء نے بھرپور شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو قبول فرمائے۔ (آمین) (مرتب: شوکت حسین انصاری)

غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کا حدیٰ خواں تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

شمارہ جون  
(شعبان)

ماہنامہ  
میشاق  
لاہور

اجراء ثانی: ڈاکٹر احمد رضا

مشمولات

- ☆ کیا کراچی میں ایم کیو ایم کا سحر ٹوٹ رہا ہے؟ ایوب بیگ مرزا
- ☆ علامہ اقبال اور قائد اعظم کا پاکستان: سیکولر یا اسلامک؟ حافظ عاکف سعید
- ☆ حسد: غارت گرا ایمان جذبہ عتیق الرحمن صدیقی
- ☆ منشیات کے استعمال کے نقصانات مولانا محمد حنیف جالندھری
- ☆ معرکہ عقل و وحی راجیل گوہر
- ☆ کھانے پینے کے آداب پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
- ☆ امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ عبدالرشید عراقی
- ☆ شوہر اور بیوی کے حقوق و فرائض بیگم ڈاکٹر عبدالخالق

محترم ڈاکٹر احمد رضا رحمہ اللہ کا ”بیان القرآن“

سلسلہ وار ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 25 روپے

☆ سالانہ زر تعاون (اندرون ملک): 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 3-042-35869501، email: maktaba@tanzeem.org



## IMPORTANCE OF THE PROPHET'S ﷺ TRADITION IN THE REVIVAL OF ISLAM

In these days, when the influence of Western civilization makes itself more and more felt in Muslim countries, still another motive is added to the negative attitude of the so-called "Muslim intelligentsia" in this matter. It is impossible to live according to the Sunnah of our Prophet ﷺ and to follow the Western mode of life at one and the same time. But many among the present generation of Muslims are ready to adore everything that is Western, to worship the foreign civilization simply because it is foreign, powerful and materially imposing. This "Westernization" is the strongest reason why the Traditions of our Prophet and, along with them, the whole structure of the Sunnah have become so unpopular today. The Sunnah is so obviously opposed to the fundamental ideas underlying Western civilization, that those who are fascinated by the latter see no way out of the tangle but to describe the Sunnah as an 'irrelevant', and therefore 'not compulsory', aspect of Islam - because it is "based on unreliable Traditions". After that, it becomes easier to twist the teachings of the Quran in such a way that they might appear to suit the spirit of Western civilization.

Almost as important as the formal, so to say 'legal', justification of the Sunnah through the establishment of the historical dependability of hadith is the question as to its inner, spiritual justification. Why should an observance of the Sunnah be regarded as indispensable for a life in the true Islamic sense? Is there no other way to the reality of Islam than through an observance of that large system of actions and customs, of orders and prohibitions derived from the life-example of the Prophet ﷺ? No doubt, he was the greatest of men; but is not the

necessity to imitate his life in all its aspects an infringement on the individual freedom of the human personality? It is an old objection which unfriendly critics of Islam put forward that the necessity of strictly following the Sunnah was one of the main causes of the subsequent decay of the Islamic world, for such an attitude is supposed to encroach, in the long run, on the liberty of human action and the natural development of society. It is of the greatest importance for the future of Islam whether we are able to meet this objection nor not. Our attitude towards the Sunnah will determine our future attitude towards Islam.

We are proud, and justly so, of the fact that Islam, as a religion, is not based on mystic dogmatism but is always open to the critical inquiry of reason. We have, therefore, the right not only to know that the observance of the Sunnah has been imposed upon us but also to understand the inherent reason for its imposition.

Islam leads man to a unification of all aspects of his life. Being a means to that goal, this religion represents in itself a totality of conceptions to which nothing can be added and from which nothing can be subtracted. There is no room for eclecticism in Islam. Wherever its teachings are recognized as having been really pronounced by the Quran or the Prophet ﷺ we must accept them in their completeness; otherwise they lose their value. It is a fundamental mis-understanding to think that Islam, being a religion of reason, leaves its teachings open to individual selection --- a claim made possible by a popular misconception of "rationalism". There is a wide --- and by the philosophies of all ages sufficiently recognized --- gulf between reason and



“rationalism” as it is commonly understood today. The function of reason in regard to religious teaching is of a controlling character; its duty is to see to it that nothing is imposed on the human mind which it cannot easily bear, that is, without the aid of mental jugglery. So far as Islam is concerned, unprejudiced reason has, time and again, given it its unreserved vote of confidence. That does not mean that everyone who comes into contact with the Quran will necessarily accept its teachings; this is a matter of temperament, environment, and --- last but not least --- of spiritual illumination. But surely no unbiased person would contend that there is anything in the Quran contrary to reason. No doubt, there are concepts in it beyond the present limits of our understanding; but nothing which offends against man's intelligence as such.

The role of reason in religious matters is, as we have seen, in the nature of a control --- a registration apparatus saying “yes” or “no”, as the case may be. But this is not quite true of so-called “rationalism”. It does not content itself with registration and control, but jumps into the field of speculation; it is not receptive and detached like pure reason, but extremely subjective and temperamental. Reason knows its own limits; but superficial “rationalism” is preposterous in its claim to encompass the world and all mysteries within its own individual circle. In religious matters it hardly even concedes the possibility of certain things being, temporarily or permanently, beyond human understanding; but it is, at the same time, illogical enough to concede this possibility to science --- and so to itself.

An over-estimation of this kind of unimaginative rationalism is one of the causes why so many modern Muslims refuse to surrender themselves to the guidance of the Prophet ﷺ. But it does not need a Kant today to prove that human understanding is strictly limited in its possibilities. Our mind

is unable, by virtue of its nature, to understand the idea of totality: we can grasp, of all things, their details only. We do not know what infinity or eternity mean; we do not even know what life is. In dealing with a religion resting on transcendental foundations we therefore need a guide whose mind possesses something more than the normal reasoning qualities and the subjective rationalism common to all of us; we need someone who is inspired --- in a word, a Prophet. If we believe that the Quran is the Word of God, and that Muhammad ﷺ was God's Apostle, we are not only morally but also intellectually bound to follow his guidance implicitly. This does not mean that we should exclude our powers of reasoning. On the contrary, we have to make use of those powers to the best of our ability and knowledge; we have to discover the inherent meaning and purpose of the commands transmitted to us by the Prophet ﷺ. But in any case --- whether we are able to understand its ultimate purpose or not --- we must obey the order. I should like to illustrate this by the example of a soldier who has been ordered by his general to occupy a certain strategic position. The good soldier will follow and execute the order immediately. If, while doing so, he is able to explain to himself the ultimate strategic purpose which the general has in view, the better for him and for his career; but if the deeper aim which underlies the general's command does not reveal itself to him at once, he is nevertheless not entitled to give up or even to postpone its execution.

We Muslims rely upon our Prophet's being the best commander mankind could ever have. We naturally believe that he knew the domain of religion both in its spiritual and its social aspects far better than we ever could. In enjoining us to do this or to avoid that, he always had some ‘strategic’ objectives in view which he thought to be indispensable for the spiritual or social welfare of man. Sometimes this object is



clearly discernible, and sometimes it is more or less hidden from the untrained eyes of the average person; sometimes we can understand the deepest aim of the Prophet's injunction, and sometimes only its immediate purpose. Whatever the case may be, we are bound to follow the Prophet's commands, provided that their authenticity and their context are fully established. Nothing else matters. Of course, there are commands of the Prophet ﷺ which are obviously of paramount importance and others which are less important, and we have to give the more important precedence over the others. But never have we the right to disregard anyone of them because they appear to us "unessential", for it is said in the Quran of the Prophet ﷺ :

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ﴾

"He does not speak out of his own desire." [Al-Naj`m: 3]

That is, he speaks only when an objective necessity arises; and he does it because God has inspired him to do so. And for this reason we are obliged to follow the Prophet's Sunnah in spirit and in form, if we wish to be true to Islam. We do not regard its ideology as one way among others, but as *the way*; and the man who conveyed this ideology to us is not just one guide among others, but *the guide*. To follow him in all that he commanded is to follow Islam; to discard his Sunnah is to discard the reality of Islam.

(Extracted from: "Islam at the Crossroads"; 1930)

### ضرورت رشتہ

- ☆ لاہور میں رہائش پذیر اعران فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم بی اے، قد 5'5" دینی تعلیم کا کورس کر رکھا ہے کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔  
برائے رابطہ: 0300-9497550-042-35865063
- ☆ بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم Ph.D (سائیکالوجی) شعبہ تدریس سے وابستہ، کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-9497550
- ☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے (رفیق تنظیم) عمر 27 سال ایسوسی ایٹ انجینئر ذاتی کاروبار کے لئے ..... اور ..... بیٹی عمر 22 سال، تعلیم ایف اے کے لئے دینی مزاج کے حامل موزوں رشتے درکار ہیں۔ تنظیم سے تعلق قابل ترجیح ہوگا۔  
برائے رابطہ: 0321-8845944

### دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی سرگودھا کے مبتدی رفیق محمد فیاض کے چچا جان بقضائے الہی وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی ملتان کینٹ حلقہ جنوبی پنجاب کے رفیق محمد سلیم اختر کے ماموں وفات پا گئے
- حلقہ جنوبی پنجاب کے رفیق تنظیم نذیر احمد کے بھائی بقضائے الہی وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی حلقہ جنوبی پنجاب اسرہ غازی پور کے رفیق کریم بخش کھاکھی کے برادر نسبتی وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی ملتان شہر حلقہ جنوبی پنجاب کے رفیق محمد بلال کے تایا جان وفات پا گئے
- بہاولپور کے رفیق تنظیم مراد کریم عباسی دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے
- تنظیم اسلامی چکالہ کے مبتدی رفیق سلیم واسطی کے بہنوئی صدیق علی انتقال کر گئے
- اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)
- قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔
- اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَأَدْخِلْهُمْ فِي رَحْمَتِكَ وَحَسْبِهِمْ حِسَابًا يَسِيرًا

## رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

”قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی“ میں

14 تا 16 جون 2013ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مدرسین ریفریشر کورس

کا انعقاد ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ مدرسین اس میں شامل ہوں،

اور اسی مقام پر

15 تا 21 جون 2013ء

(بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز جمعہ نماز جمعہ)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورسز

ہوں گے۔ زیادہ سے زیادہ رفقائے ان میں شامل ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021-34306041

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638  
0332-4178275